Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

اللہ — لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۵ — ۵ - مئی ۱۹۳۳ء سنہ ء — ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل — ۹ - محرم الحرام ۱۳۵۲ سنہ ھ — جلد ۳۲

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
حضرت مسیح موعود فارسی الاصل تھے	۱۶۵ / ۱۷۵	چوہدری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر بی - اے
قرآن مجید کی آیات و سور کے ربط و نظم	۱۷۶ / ۱۸۵	مولانا عبداللطیف صاحب مدرس عربی خانپور
اسلامی پردہ ۲	۱۸۶ / ۱۸۹	مولانا "ابن عمر"
کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟ نمبر ۴	۱۹۰ / ۱۹۶	ڈاکٹر محمد صدیق صاحب بنوری برہما
بعض اہم تحریکات	۱۹۷ / ۱۹۹	شبلی
مقتبسات	۲۰۰ / ۲۰۴	×

چندہ سالانہ اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنہ

چندہ سالانہ بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قابلِ توجہ احمدی احباب

رسالہ ریویو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں ان کو دُور کرکے دُنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسرِ صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کیلئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنیکے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سوا ے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القا کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

صرف و نحو جدید فیض

ابو الکرم فاضل جلیل مولانا مولوی امام الدین صاحب فیض نے اپنے بچپن سالہ تعلیمی تجربہ کا نچوڑ صرف و نحو جدید کی شکل میں شائع کیا ہے۔ جس سے چھ ماہ میں ایک مبتدی قرآن مجید و احادیث صحیحہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ہر ایک دیندار قرآن و حدیث و علوم عربیہ کے شائق کو یہ رسالہ منگوانا چاہیئے پانچ آنے ۵ر کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا ؛

ملنے کا پتہ:۔ ابو الکمل معرفت طبع و اشاعت۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فارسی الاصل تھے

(از مولانا نعمت اللہ خاں گوہر بی۔ اے۔ احمدی۔ قادیانی مصنف تحفۂ ہنود)

بہت سے لوگ جو حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ مغل یا چنگیزی ہی تھے۔ اس لئے اُن کا دعویٰ ماموریت و امامت قابلِ قبول نہیں۔ نبوت اور امامت کے لئے ابراہیمی ذریت سے ہونا ازبس ضروری ہے۔ لیکن ان کا انکار اگر ایک طرف قرآن و حدیث سے ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ تو دوسری طرف حقائقِ تاریخ سے بھی انہیں بکلی محروم ثابت کرتا ہے۔ ہم ذیل میں اوّل حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندان کا شجرہ نسب درج کرتے ہیں۔ بعد میں دیکھیں گے۔ کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آیا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندان کا شجرہ نسب اجمالی

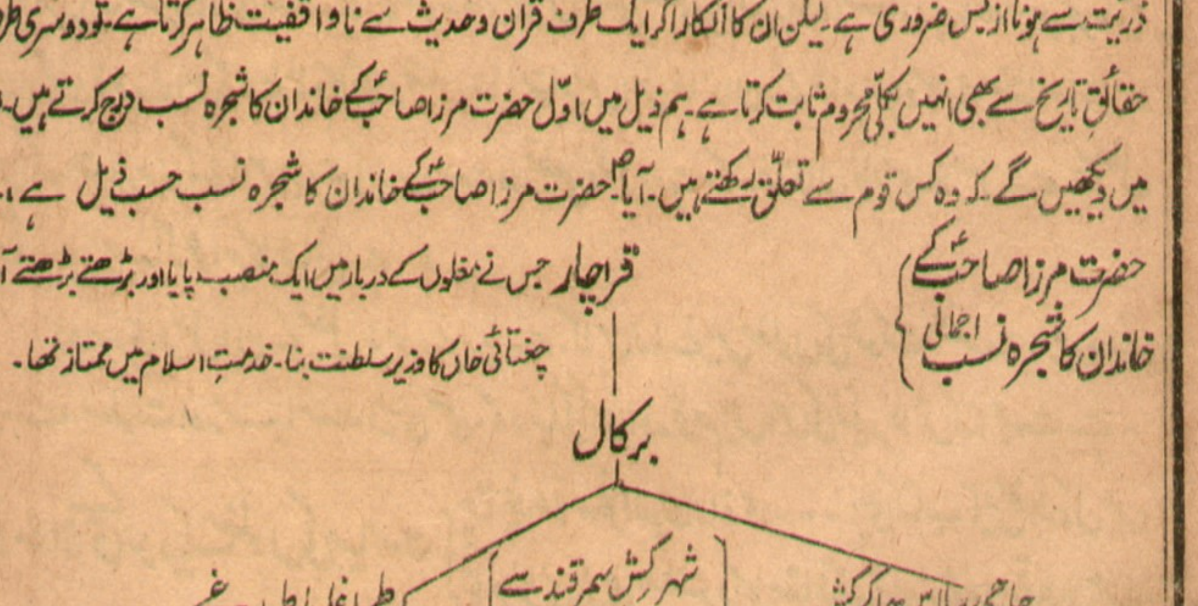

مرزا ہادی بابر کا ہمعصر تھا۔ اور تعلق یگانگت کی بنا کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اپنے وطن کو چھوڑ کر بابر کے وقت میں پنجاب کے ضلع گورداسپور میں آکر آباد ہُوا۔ اور قصبہ اسلام پور کی بنیاد رکھی۔ اور چونکہ وہ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علاقہ کا قاضی تھا۔ لہٰذا اسلام پور کا نام اسلام پور قاضیاں مشہور ہوگیا۔ اور بعد ازاں صرف قاضیاں یا قادیاں ہوگیا۔ مرزا ہادی کی بارھویں پشت میں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ پیدا ہوئے۔ تیموریوں اور برلاسوں میں جس قدر افراد ہوئے۔ وہ سب کے سب مرزا کے لقب سے ملقّب رہے۔ یہ بات قابلِ نوٹ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال کیا جائیگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے خاندان کا مورثِ اعلیٰ مرزا ہادی تو سمرقند سے ہجرت کرکے ہندوستان میں آیا تھا۔ اور سمرقند توران یا ماوراءالنہر میں ہے۔ نہ کہ فارس میں (جو ان دنوں وسیع ایرانی سلطنت کا ایک صوبہ تھا)۔ پھر حضرت مرزا صاحب کے آباء اجداد فارسی کیونکر ہوئے؟ اور کیونکر وہ رجلٌ من ابناء فارس کہلانے کے مستحق ہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے آباء الاوّلین توران کے رہنے والے ہرگز نہ تھے کیونکہ اگر وہ تورانی ہوتے۔ اور چنگیز خاں یا مغلوں کی کسی اور قوم سے نسبی تعلّق رکھتے ہوتے۔ تو ان کا قومی اور خاندانی لقب مرزا قطعاً نہ ہوتا۔ بلکہ ان کا لقب خان ہوتا۔ لفظ مرزا کے معنے اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔ اور ثابت کر آئے ہیں کہ مرزا خالص فارسی لفظ ہے۔ جو صوبہ فارس میں بمعنی منشی یا امیرزادہ استعمال ہوتا تھا۔ اور بجز فارسیوں کے اور کسی قوم نے اس کو اپنے نام کا جزو نہیں بنایا تھا۔ پس اس خاندان کے تمام افراد کا بلا استثنا سات سو برس تک متواتر مرزا کہلانا اس بات کی زبردست اور قطعی دلیل ہے۔ کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے۔ نہ کہ مغل یا چنگیزی۔ جیسا کہ عوام کا خیال ہے۔

دوسری دلیل ان کے مغل نہ ہونے پر یہ ہے۔ کہ اس زمانے میں مغلوں کی شوکت۔ عظمت۔ جبروت۔ ہیبت۔ سطوت اور سیاست ایسی تھی۔ کہ دنیا کی کسی اور قوم میں اس کی نظیر تلاش کرنا عبث ہے۔

علامہ رازی کے نزدیک مغلوں کی سیاست تمام قوموں اور تمام حکومتوں سے بڑھکر تھی

چنانچہ علامہ فخرالدین رازی ۔۔۔ اپنی کتاب تاریخ الدوّل میں تمام بڑی بڑی سلطنتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:۔

وَلَمْ یُنْقَلْ فی تاریخٍ دلا تضمّنت سیرۃٌ من السِّیَرِ اَنَّ دولۃً مِنَ الدّوَلِ رُزِقَتْ مِن طاعۃِ جُنْدِھا ورعایاھا ما رزقته ھٰذِہِ الدَّولَۃِ القاھرۃِ المغولیّۃ۔ فاِنّ طاعۃ جُند ھا ورعایاھا لَھَا طاعۃٌ لم ترزقھا دَوْلَۃٌ مِنَ الدُّوَلِ۔ فامّا الدّولۃ الکسرویّۃ فاِنّھا علیٰ عظمھا وفخامتھا لم تَبْلُغْ ذٰلِكَ .... وَاَمّا الدُّوَلُ الاسلامیّۃ فلا نِسْبَۃَ لَھَا اِلیٰ ھٰذِہِ الدَّوْلَۃِ حتّٰی تُذْکَرَ معھا دامّا خلافۃُ بنی اُمَیّہ فکانت قد عظمتْ وتفمّر اھا وعرضت مملکتھا ولکن طاعتُھا لَمْ تکن کطاعۃِ ھٰؤلاءِ .... وامّا الدّولۃ العباسیّۃ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فَلَمْ تَبْلُغْ طاعة النّاسِ لَهَا ما بَلَغَتْ هٰذِهٖ الدّولة مَعَ اَنَّ مُدّتها طالت حتّٰی تجاوزتْ خمس مائة سنةٍ وَمملکتها عرضت حتّٰی انّ بعضهم جبٰی معظم الدنیا..... ومع ذٰلك فَلَمْ تکُن دَوْلتُهم تخلُوْا مِنْ ضعْفٍ ووَهْنٍ .... وَاَمّا الدَوْلتانِ البویهیةِ والسَّلْجوقیةِ فلم تعرض مملکتها مَعَ قُوّةِ شوکة ملوکها کعضد الدّوله فی بنی بویه وطغرلبیك فی بنی سلجوق ولَمْ تعمّ طاعتهما وَلَمْ یشمل ملکهما وَاَمّا الدولة الخوارزم شاهیة مَعَ اَنّ جریدة السُّلْطان جلال الدین اشتملت علٰی اربعة مائةِ الف مقاتل فلم یعرض ملکها ایضًا ولا تجاوزت النّواحی القریبة منها الی جلال الدین غزا اطراف الهندِ ؛

ترجمہ:۔ کسی تاریخ میں یہ نقل نہیں کیا گیا اور کسی سیرت کی کتاب میں درج نہیں ہے کہ اس دولتِ قاہرہ مغلیہ سے بڑھکر کوئی اور سلطنت بھی گذری ہے۔ جس کے لشکر اور رعایا نے اس دولت کی اسقدر فرمانبرداری کی ہو۔ جتنی اِس سلطنت کو نصیب ہوئی ہے۔ سب سے اوّل کسریٰ کی حکومت کو لو۔ اس کا حال یہ ہے کہ اپنی عظمت اور بڑائی کے دنوں میں بھی وہ اس سلطنت کی برابری نہیں کر سکی۔ دوسری سلطنت اسلامیہ ہے۔ اُسکو تو اِس سلطنت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس حکومت کے ساتھ اُس کا ذکر کیا جائے .... بنی اُمیہ کی خلافت کا یہ حال ہے کہ وہ بہت کچھ پھلی پھولی اور اس کی مملکت بہت وسیع ہوئی لیکن اس کی فرمانبرداری مغل حکومت کی فرمانبرداری کے برابر کبھی نہیں ہوئی .... حکومت عباسیہ کا یہ حال ہے کہ لوگوں نے اُس کی اطاعت اس حد تک نہیں کی جس حد تک اس حکومت کی اطاعت پُہنچی ہے۔ باوجودیکہ اُن کی مدّتِ حکومت ۵۰۰ سال سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اور اُن کی سلطنت اسقدر وسیع ہوگئی تھی کہ اُن میں سے بعض نے دنیا کے بڑے حصّے پر حکمرانی کی۔ مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اُن کی حکومت ضعف اور کمزوری سے خالی نہ تھی .... حکومت بویہ اور سلجوقیہ کا یہ حال تھا کہ ان کی حکومت کو پھیلاؤ نصیب نہیں ہُوا۔ حالانکہ اُن میں بعض بادشاہ بڑی بڑی قُوّت اور شوکت والے ہوئے ہیں جیسے کہ عضدالدولہ بنی بویہ میں اور تغرل بیگ سلجوقیوں میں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ انکی طاعت اور فرمانبرداری عام رنگ میں نہیں کی گئی .... اب رہی سلطنت خوارزم شاہی۔ اُس کا یہ حال ہے کہ اُس کے ملک کو بھی پھیلاؤ نصیب نہیں ہُوا حالانکہ سُلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد ۴ لاکھ جنگجو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اور وہ اپنے قریب کے علاقوں سے آگے کبھی نہیں بڑھا ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مخالف حالات کے ہوتے ہوئے بھی برلاس اور تیموریوں نے خان کا لقب اختیار نہ کیا

پس جس قوم کی ہیبت اور سیاست ایسی تھی کہ ان کے زمانے میں کوئی گردن کش نظر نہ آتا تھا۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کی اطاعت سے ایک ذرہ روگردانی اور انحراف کرے۔ جس قوم کا اقبال ایسا بلند تھا کہ یورپ اور ایشیا کے بڑے بڑے مغرور سلاطین اپنی بیٹیاں ان کے بادشاہوں کے ساتھ بیاہ دینا فخر سمجھتے تھے۔ جس قوم کی ایک شہزادی سے نکاح کرنے کی خاطر سلطان ناصر خلیفۂ مصر نے ۱۰ لاکھ دینار طلائی اور بہت سارے گھوڑے اور ساز و سامان خاقان کی نذر کیئے۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع ۱۴) جس قوم ... کی حکومت دریائے سندھ سے لیکر بحیرۂ کیسپین تک اور چین سے لیکر عراقِ عرب تک پھیلی ہوئی تھی اور جن کی حکومت اور رُعب کا سکّہ آفتاب کی طرح رواں تھا۔ ایسی قوم کے ساتھ برلاسوں اور تیموریوں کو واسطہ پڑا۔ ان کے ایک بزرگ قاچار نے چغتائی خاں پسر چنگیز خاں کی حکومت میں وزارت کے عہدے تک ترقی پائی۔ تو پھر چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسے خاندان کے افراد خان کے لقب پر جان دیتے۔ مگر آفرین ہے اس خاندان کی خودداری پر کہ انہوں نے ایک آن کے لئے اپنے آبائی اور وطنی لقب مرزا کو ترک نہ کیا۔ افغان قوم بنی اسرائیل میں سے تھی۔ جب چنگیز خاں نے افغانستان کو فتح کیا اور افغانوں نے مغلوں کی حشمت و سطوت اور سیاست دیکھی تو انہوں نے بھی دوسری قوموں کی طرح خان ہی کو اپنا اعزازی لقب قرار دیا۔ جو آجتک چلا آتا ہے لیکن برخلاف اس کے تیموریوں نے جہاں جہاں ان کی حکومت رہی ہے اپنے منصب داروں اور کارکنوں کو خان کا خطاب عطا کیا۔ حتیٰ کہ آجکل برٹش گورنمنٹ بھی ان کی تقلید کر کے خان صاحب اور خان بہادر وغیرہ خطابات پارسیوں اور مسلمانوں کو عطا کرتی ہے۔ اور بیسیوں شیخ۔ سیّد۔ راجپوت اور پٹھان بڑے شوق سے ہر سال خان صاحب اور خان بہادر بنتے ہیں۔ مگر خود اپنے تئیں مرزا کہلانا ہی پسند کیا۔ کبھی کسی تیموری یا برلاس نے اپنے تئیں خان کے لقب سے ملقب ہونا پسند نہیں کیا ۔

پس یہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ برلاس اور تیموری خاندان کے جملہ افراد بلا شبہ فارسی الاصل ہیں اور ان کو مُغل کہنا گویا ان کی ہتک کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تیموریوں اور برلاسیوں کے متعلق آجتک عام خیال یہی تھا کہ وہ مغل ہیں۔ لیکن کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ مغلوں نے اپنے وطن میں بلکہ ہندوستان سے باہر کسی ملک میں کبھی بھی مرزا کا لقب اپنے ناموں کے ساتھ استعمال نہیں کیا۔ اور کرتے بھی کیونکر۔ ایران تو اُن کا ایک مفتوحہ ملک تھا۔ اور تمام ایران ان کے محکوم اور دست نگر تھے۔ قاعدے کی بات ہے کہ رعایا ہمیشہ اپنے حکام کے عادات و اطوار کی نقل کرتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ حاکم رعایا کے اطوار کی نقل کریں۔ اور انکے عادات اور اخلاق سیکھیں ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مغلوں کے ساتھ اس قدر شدید تعلق رکھنے کے باعث برلاس اور تیموری مغل مشہور ہوگئے ورنہ دراصل وہ فارسی تھے۔

اسی طرح اگر ایک فارسی خاندان بوجہ اس قرب و اقتدار کے جو اس کے اکثر افراد کو چنگیز خانی خاندان کے اندر حاصل تھا مغل مشہور ہو گیا تو کچھ بھی جائے تعجب نہیں۔ آجکل دیکھو اگر ایک شخص جو سیّد نہیں ہے اُس کی شادی سادات کے کسی گھرانے میں ہو جاتی ہے۔ تو وہ اپنے تئیں سیّد کہلانا فخر سمجھتا ہے۔ ایسا ہی پنجاب میں ایک مشہور خاندان ہے۔ جو دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے بہت معزز ہے۔ اس خاندان کے کئی افراد اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ مَیں نے سُنا ہے کہ جب وہ اوّل ہی اوّل یہاں آکر آباد ہوئے تو انہوں نے ایک نیچی قوم سے شادیاں شروع کر دیں۔ یہ دیکھکر عوام الناس نے ان کو کمین کہنا شروع کر دیا۔ پھر تو انہوں نے فوراً اپنی روش بدلی۔ اور اعلیٰ ذاتوں میں رشتہ داریاں کرنے لگے اور اب سیّد سمجھے جاتے ہیں ؛

مندرجہ بالا ریمارکس کی روشنی میں کوئی شخص تیموریوں اور برلاسوں کو جنہوں نے قدیم الایام سے لیکر آجتک مرزا کا لقب اپنے ناموں سے جُدا ہونے نہیں دیا۔ ایمانداری سے مغل نہیں کہیگا۔ بلکہ صاف صاف تسلیم کریگا کہ فی الواقعہ وہ فارسی ہیں ؛

ہندوستان میں مغل مرزا کیونکر مشہور ہوئے؟ اب ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ہندوستان میں عام مغل مرزا کیوں کہلاتے ہیں؟ کیا سب کے سب فارسی الاصل ہیں؟

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ سب کے سب مغل فارسی الاصل نہیں۔ بلکہ خالص مغل یا تاتاری ہیں۔ یا ممکن ہے کہ بعض اُن میں سے تُرک بھی ہوں۔ مگر چونکہ سلاطین تیموریہ مرزا کہلاتے تھے اور عرفِ عام میں اُنکی قوم مغل مشہور تھی۔ لہذا ہندوستانی مغلوں نے ان کی دیکھا دیکھی فخریہ طور پر مرزا کہلانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ مرزا کہلانا ایک فیشن ہو گیا۔ اور ہر مغل خواہ وہ چنگیزی ہو یا چغتائی یا کوئی اور فخریہ طور پر مرزا کہلانے لگا ؛

دوسرا جواب یہ ہے کہ تیموری بادشاہوں نے بعض خاندانوں کو خود مرزا کا خطاب عطا کیا چنانچہ مغلوں کے علاوہ اور قوموں کے بعض افراد نے بھی یہ خطاب پایا۔ مثال کے طور پر راجوری (کشمیر) کا خاندان پیش کیا جا سکتا ہے۔ جن کو اس ادنیٰ تعلّق کی وجہ سے کہ ان کے خاندان کی ایک لڑکی کا نکاح شہنشاہ اورنگ زیب سے ہُوا تھا۔ مرزا کا خطاب عطا ہُوا تھا اور آج تک اس خاندان کے افراد مرزا کے لقب کو اپنی خاندانی وراثت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح راجہ جے سنگھ آف جے پور کو تیموریوں کے ہاں سے میرزا کا خطاب ملا۔ اور آج تک تاریخوں میں اسے میرزا راجہ لکھا جاتا ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس جبکہ راجپوت اپنے تئیں مرزا کہلا سکتے تھے تو مغلوں کو مرزا کہلانا بہت آسان تھا۔ کیونکہ تیموریوں کے ساتھ ان کی قوم کے دیرینہ تعلقات تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہندوستان میں بے شمار مغل محض فیشن کے طور پر مرزا کہلانے لگے۔ اور یہ سکّہ ان کا چل گیا۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے سوائے تیموریوں اور برلاسوں کے اور کوئی شخص مرزا کے لقب کا مستحق نہیں ؛

یہاں قرآن کریم کی آیت وتلك الایام نداولھا بین الناس۔ یک بیک نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ اور قوموں کی اونچ نیچ اور دنیا کی بے ثباتی کا نظارہ یکدم آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ ایک دن وہ تھا کہ دوسری قوموں اور خاندانوں کے مہذّب افراد (جنہیں حکومت سے حصّہ نہ تھا) اُن گھڑ مغلوں کی شان وشوکت اور سطوت دیکھ کہ اپنے تئیں مغل کہلانا فخر سمجھتے تھے۔ اور یا وہ زمانہ آیا کہ ہندوستان میں مغلیہ قوم کے افراد نے بوجہ اس کے کہ حکومت میں اِن کا کچھ حصّہ نہ تھا۔ اپنے تئیں مرزا کہلانا فخر سمجھا۔ اور لفظ خان جو تیرھویں صدی مسیحی سے شروع کرکے ۷۰۰ برس تک عہدِ ترکیہ ومغلیہ میں ایک عزّت کے خطاب کے طور پر گورنمنٹ کی طرف سے معزز لوگوں کو دیا جاتا رہا بلکہ انگریزی گورنمنٹ نے بھی اسی کو قائم رکھا ہے۔ اُن کی نظر میں بمقابلہ مرزا کے حقیر نظر آنے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم تقریباً ہر مغل کے نام کے ساتھ مرزا کا لفظ دیکھتے ہیں۔ مگر ہاں یہ بدذوقی بھی ملاحظہ ہو کہ مرزا کے سر کے ساتھ بیگ کا دم چھلا بھی ساتھ لگا ہوتا ہے جو ایک تُرکی لفظ ہے۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب رہا یہ امر کہ اگر یہ لوگ فارسی تھے۔ تو وہ توران میں کیوں اور کسوقت آئے ؟

اِس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ چنگیز خاں کے حملوں کی وجہ سے جو تیرھویں صدی کے وسط میں اس نے ممالک ایشیا ویورپ پر پے در پے کیئے۔ اور ملکوں کی طرح فارس میں بھی ایک انقلاب عظیم برپا ہُوا سینکڑوں قدیم خاندان تباہ ہوگئے۔ اور جیسیوں خاندانوں نے اُجڑ کر دوسرے ممالک میں پناہ لی چنانچہ اس زلزلے میں جو مغلوں کے حملوں کی وجہ سے ایک عالم میں نمودار ہُوا۔ برلاسوں اور تیموریوں کا مورث اعلیٰ جس کا نام ایردم جی تھا - - - - - - - - - - - فارس سے ہجرت کرکے توران میں آگیا۔ یہاں پہنچکر قسمت نے یاوری کی۔ اور بفحوائے آیت ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فیھا مُراغماً کثیراً وسعۃً (جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرتا ہے۔ اسے زمین میں بہت وسیع جگہ اور کشائش ملتی ہے)۔ ایردم جی کے پوتے قاچار کو بوجہ لیاقت علمی وانتظامی وشرافتِ نسبی چغتائی خان پسر چنگیز خان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتویں صدی ہجری اور تیرھویں صدی عیسوی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے دربار میں اعلیٰ منصب ملا۔ اور پھر ترقی کرتے کرتے آخر وہ عہدۂ وزارت پر فائز ہوگیا ؛

اس طرح فارس سے آئے ہوئے ایک علمی خاندان کو مغلوں کے دربار میں سب سے بڑا عہدہ ملا۔ جسکی وجہ صاف صاف یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ مغل قوم کے افراد ہرچند بہادر اور جانباز تھے۔ مگر علمی اور انتظامی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ پس وزارت کا قلمدان ایک فارسی مرزا ہی کو زیب دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان دونو خاندانوں میں انٹرمیرج یعنی مناکحت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور اس فارسی خاندان کی اکثر افراد کی شادیاں مغلوں ہی میں ہونے لگیں۔ اولاد کے نام بھی مغلوں ہی کی طرز پر رکھے گئے۔ چنانچہ طراغا یا طراغے۔ تیمور۔ برلاس وغیرہ سب مُغلی نام ہیں۔ یہ رابطہ اتحاد یہانتک مضبوط ہُوا۔ اور دونو خاندان باہم ایسے گھُل مل گئے۔ کہ سطحی نظر ان میں تمیز کرنے سے قاصر تھی۔

من تُو شُدم۔ تُو من شُدی۔ من تن شُدم تو جاں شُدی

کا معاملہ ہوگیا۔ خوش قسمتی سے مرزا کا لقب ان کے ناموں کا جزو مستقل بنا رہا۔ اسی طرح صدیاں گذر گئیں اب ہمارے زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ بتلادیا۔ کہ تم فارسی الاصل ہو مغل یا چنگیزی نہیں ہو۔ احمدی تو اس الہام پر ایمان لے آئے۔ لیکن جو الہام کو سچّا نہ جانتے ہوں۔ ان کے منوانے کے لئے کیا تدبیر کیجاتی۔ خاکسار کو اکمل صاحب نے ارشاد کیا۔ کہ حضرت صاحبؑ کو تاریخ سے ابن فارس ثابت کرو چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں چند سطور معرضِ تحریر میں آگئیں ؛

لفظ مرزا۔ خان و بیگ سے زیادہ خوبصورت اور محبوب ہے

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس لفظ مرزا میں ایک خاص حُسن اور ایک خاص کشش تھی جو خان اور بیگ کہلانے والوں کے دلوں کو فریفتہ کیئے دیتی تھی۔ ورنہ خان اور بیگ کو مرزا سے کیا نسبت؟ سچ تو یہ ہے۔ کہ ظاہری حکومت اور دنیاوی دولت ایسی بڑی نعمت ہے۔ کہ جس قوم میں یہ آجائے۔ اس کے ہزار عیب کو چھپا لیتی ہے۔ اور بلاشبہ یہ ستارِ عیوب و قاضی الحاجات ہے۔ تیموریوں کی سطوت اور حشمت ایسی تھی۔ کہ اسے دیکھ دیکھ کر دوسری اقوام سر دُھنتی تھیں اور ان کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی وضع قطع چال ڈھال۔ اور اُن کے ناموں اور خطابوں کو نقل کے طور پر اپنے اندر لے لینا فخر سمجھتی تھیں۔ کون ہے جس نے تیموریوں کے طرزِ زندگی کی نقل کرنی نہیں چاہی تو پھر مغل بھلا اس سے کیونکر باہر رہتے ؛

اہل فارس بنو اسحاق سے ہیں اور ذُرّیت ابراہیمؑ ہیں

اس مقام پر پہنچکر شاید یہ سوال کیا جائے۔ کہ تم نے مرزا صاحبؑ کو فارسی الاصل ثابت کرنے میں جو اس قدر زور مارا ہے۔ اس سے فائدہ کیا ہُوا؟ کیا اس سے حضرت مرزا صاحبؑ ذرّیت ابراہیم علیہ السلام ثابت ہوگئے؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بلاشبہ فارسی قوم ذرّیت ابراہیمؑ سے ہے کیونکہ وہ بلکہ تمام آریہ قومیں بنو اسحٰق میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی عیسو بن اسحٰق بن ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں ٭

یہاں ہم چند احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ جن سے فارسیوں کا اور اعاجم کا بنو اسحٰق ہونا اظہر من الشمس ہو جائیگا اور اگر کوئی صاحب یہ چاہتے ہوں۔ کہ انہیں عیسو بن اسحٰق کی ذریت ثابت کیا جائے۔ خلیو جیع الی کتابی تحفۃ الھند (تحفۂ ہند و یورپ) جو مصنف سے قادیان کے پتہ پر مل سکتی ہے۔ اور اس کی قیمت رعایتی ایک روپیہ ہے۔

احادیث۔ (۱) اھل فارس ھم بنوا سحٰق (رواہ حاکم فی تاریخہ عن ابن عمر۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵

(۲) فارس عصبتنا اھل البیت۔ لانّ اسماعیل عم ولد اسحاق و اسحاق عم ولد اسماعیل

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۶۴)

(۳) ولد سام العرب وفارس والروم والخیرُ فیھم (رواہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ۔)

(۴) مَن اَسْلَمَ مِن فارس لھو من قریش ھم اخوتنا و عصبتنا (رواہ الدیلمی عن ابی عباس)

(ترجمہ) جو لوگ فارسیوں میں سے مسلمان ہوں۔ وہ قریش میں سے ہونگے۔ کیونکہ وہ ہمارے بھائی اور ہمارے گوشت پوست ہیں۔

(۵) سلمان منّا اھل البیت۔ (رواہ الطبرانی والحاکم عن عمرو بن عوف کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۶)

(ترجمہ) اے اہل بیت سلمان ہم میں سے ہے۔

(۶) عن صالح بن ابی صالح مولیٰ عمرو بن حریث قال سمعت اباھریرۃ یقول ذکرت الاعاجم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی لانا بھم او بعضھم اوثق منی بکم او بعضکم۔ (ترمذی باب الفضائل العجم صفحہ ۳۲۸)

(ترجمہ) صالح ابن ابی صالح جو عمرو بن حریث کے غلام ہیں نے کہا کہ مَیں نے ابو ہریرہ سے یہ بات سُنی ہے وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں عجمی قوموں کا ذکر آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا اُن کے ساتھ یا اُن میں سے بعض کے ساتھ تم سے بھی زیادہ سخت تعلق ہے ٭

اس آخری حدیث میں محض فارسیوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ تمام اہل عجم کا ذکر ہے۔ جن میں آریہ۔ ہندو اور بعض دوسری آریہ اقوام بھی شامل ہیں۔ اور فارسیوں کا اہل عجم ہونا تو سب کو معلوم ہی ہے ٭

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

گوہرؔ بی۔ اے از قادیان

بقیہ نوٹ متعلق صفحہ ۲:۔ شجرہ نسب سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ برلاس اور تیموری ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل سے ہیں۔ اور گو دو نو خاندانوں کے اکثر افراد نے مغلوں یعنی چنگیزیوں کے ساتھ تعلقات مناکحت قائم کیے مگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے قومی لقب مرزا کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور مرزا وہ امتیازی لقب ہے۔ جو کسی مغل نے اپنے وطن توران بلکہ ایران اور خراسان میں بھی کبھی اختیار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مغلوں کا قومی لقب خان تھا۔ اور خان ہی مغلوں کے سرداروں اور بادشاہوں کے نام کا طرۂ امتیاز تھا۔ جیسے چنگیز خاں۔ ہلاکو خاں۔ قبلہ خاں۔ الغ خاں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مرزا خالص فارسی لفظ ہے۔ اس کے دو معنی ہیں:۔

(ا) مرزا بمعنی منشی۔ عام خواندہ آدمیوں کے ساتھ اب بھی ایران میں مرزا کا لقب اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں بابو یا منشی کلرکوں کے نام کے ساتھ لکھا پڑھا جاتا ہے ؎

(ب) مرزا بمعنی شہزادہ یا میرزادہ۔ اس کی دوسری شکل میرزا بھی ہے۔ ان معنوں میں مرزا یا میرزا شہزادوں اور رئیس زادوں کے ناموں کے ساتھ بولا جاتا ہے ؎

ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ برلاس اور تیموری ہمیشہ اپنے ناموں کے ساتھ مرزا کا لقب استعمال کرتے۔ اور اس کو اپنی قومی اور نسبی شرافت کا تمغہ گردانتے رہے۔ اور یہی ان کے فارسی الاصل یا ایرانی ہونیکی سب سے بڑی دلیل ہے۔ لیکن باوجود اس روشن اور ممتاز نشان کے آج کل کے بعض لوگ انہیں فارسی الاصل یقین کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ مانا کہ ان کی شادیاں مغلوں کے ساتھ بعد اس کے کہ وہ نورِ اسلام سے منور ہو چکے تھے۔ ہوتی رہیں۔ مانا کہ انہوں نے مغلوں کے ذریعہ دنیادی فروغ حاصل کیا۔ لیکن اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ نسب ہمیشہ باپ کی طرف سے شمار ہوتا ہے۔ تو برلاسوں اور تیموریوں کو مغل کہنے والا ایسا ہی غلطی پر ہوگا۔ جیسا کہ حضرت امام حسین رضؓ یا حسن رضؓ کو ایرانی کہنے والا۔ بایں دلیل کہ ان کی والدہ ایک ایرانی خاتون تھی۔ نہ کوئی سیدزادی یا قریش

نوٹ نمبر ۲ بعض مؤرخین نے کہا ہے۔ کہ امیر تیمور اور دوسرے برلاسوں کی اولاد مرزا یا میرزا اس لئے کہلاتی۔ کہ تیمور بادشاہ بننے سے پہلے کش کے علاقے کا امیر تھا۔ اسکی اولاد امیرزادہ کہلانے لگی۔ پھر امیرزادہ مختصر ہو کر میرزا رہ گیا۔ ان مورخوں کا خیال ہے۔ کہ قراچار اور اسکی اولاد بلکہ سب برلاس مغل قوم سے تعلق رکھتے تھے (دیکھو اَدَیلاق مغل ص۳۶) اور مرزا کا لقب امیر تیمور کی بدولت انہیں ملا۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ اگر یہی مان لیا جائے۔ کہ مرزا یا میرزا امیرزادہ سے بگڑ کر بنا ہے تو بھی یہ بات غور کے قابل ہے۔ کہ امیرزادہ فارسی لفظ ہے۔ اور فارسیوں ہی نے امیرزادہ کا لفظ اختراع کیا ہوگا۔ مغلوں کی زبان فارسی نہ تھی۔ اس لئے انہیں نہ امیر سے کچھ سروکار تھا اور نہ امیرزادہ سے۔ پس اصل بات یہی ہے۔ کہ یہ لفظ میرزا یا مرزا سب سے اول فارس میں ایجاد ہوا۔ اور چونکہ قراچار کا خاندان فارس سے ہجرت کرکے ماوراء النہر (توران) میں آیا تھا۔ اس لئے اپنی خاندانی وراثت یا یادگار یعنی لفظ مرزا کو اپنے ہمراہ لایا۔ اور اسکی اولاد نے ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھا۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس تمغہ سے سرفراز کیا۔ اگر یہ لفظ مغلوں کی ایجاد ہوتی تو تمام ترکستان اور منگولیا (مغولستان) بلکہ چین میں بھی یہ لفظ رواجِ عام پاتا۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے یہی بات درست ہے۔ کہ یہ پودا سب سے اول فارس میں پیدا ہوا۔ وہیں سرسبز ہوا۔ البتہ اس کا پیوند اول توران اور پھر ہندوستان میں لگایا گیا۔ جہاں یہ ابتک موجود ہے۔ واللہ اعلم ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تتمہ مضمون

{مضمون کے ابتداء میں مختصر شجرہ نسب دیا جاچکا ہے مگر ۸ صفحے چھپ جانے کے بعد گوہر صاحب کی طرف سے یہ مکمّل شجرہ وصول ہُوا۔ اسے بطور تتمہ مضمون لکھوا دیا گیا۔ (ایڈیٹر)}

مکمل شجرہ نسب قوم برلاس

ایروم۔جی برلاس [1]

[1] قوم برلاس کا مورث اعلیٰ ہے۔ فارس کا رہنے والا اور بہت کثیر الاولاد تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے۔ کہ اسکے ۲۹ بیٹے تھے؂

سوغنیچن
|
قراچار [2]
|
ایچل
|
ایلنگیر
|
برکل
|
طراغائے — حاجی برلاس
|
امیر تیمور گورگاں

[2] قراچار نے چنگیزی حملے کے وقت فارس سے ہجرت کی اور توران میں آکر آباد ہُوا۔ وہ کثیر الاولاد تھا۔ اور اپنی ذاتی قابلیت اور شرافت نسب کی وجہ سے تمام برلاسوں پر فائق تھا۔ چنگیز خاں نے اسے اپنا ابن عم کہا۔ اور چغتائی خاں کو وصیت کی۔ کہ میرے بعد اسے میری جگہ سمجھنا۔ اوّل وہ چغتائی خاں کا داماد اور وزیر تھا۔ چغتائی کے مرنے پر صاحب حکومت ہوگیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۵۳ھ کا ہے۔ اس وقت اسکی عمر ۸۰ سال تھی؂

حاجی برلاس جو حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندان کا اعلیٰ مورث ہے؂

امیر تیمور گورگاں جو تیموریوں کا مورث اعلیٰ ہے۔

ایروجی کی سب اولاد برلاس کہلاتی تھی۔ لیکن تیمور نے فخریہ طور پر اپنا لقب گورگاں مقرر کیا۔ کیونکہ وہ خضر خواجہ خاں شاہ مغولستان کا داماد تھا۔ اور مغلی زبان میں گورگاں کے معنے داماد کے ہیں۔ مغل بادشاہ کا داماد ہونا اس زمانے میں بہت بڑی بات تھی۔ بعد میں یہ لقب تیموریوں کا خاندانی لقب ہو گیا؂

نوٹ:۔ اوپر دیئے ہوئے شجرہ نسب سے برلاسوں اور تیموریوں کے مورث اعلیٰ کا نام ایروجی ظاہر ہوتا ہے جو بلاشبہ ایک پارسی یا فارسی نام ہے۔ اس قسم کے نام اب بھی پارسیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ جیسے سہراب جی بہرام جی۔ فوردجی وغیرہ۔ پس مورث اعلیٰ کا نام کہے دیتا ہے۔ کہ یہ قوم فارسی الاصل ہے؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن مجید کی آیات و سُور کے باہمی ربط و نظم پر ایک نظر

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ جس کے مضامین میں گہرے قسم کا تسلسل اور ارتباط اور تنظیم ہے۔ جس کا اعتراف مخالفین بھی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کی اعجازی تاثیر سے متاثر ہو کر ایک مشہور جرمن فاضل گیٹے (جس کے متعلق علمائے یورپ کی رائے ہے۔ کہ وہ ان چند افراد میں سے ہے جو ارسطو کے بعد موجود الوقت علوم میں یکتا ہوئے) لکھتا ہے:۔

"قرآن کریم کی عبارت پہلے پہل پڑھنے والے کو ذرا بے جوڑ اور بے ربط معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جونہی کہ وہ اسے اصرار کے ساتھ پڑھتا اور اس پر زیادہ غور کرتا ہے تو وہ ہمیشہ دُور کھینچتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ اور اپنے پڑھنے والے کو مسخر بلکہ مسحور کر دیتی ہے۔ اور بالآخر وہ پڑھنے والا قرآن (کریم) کے محیر العقول انداز بیان اور معجزانہ حسن و نظم میں بالکل گم ہو جاتا ہے۔"

پس اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے اور اسکی شرح و تفسیر لکھنے والے کا فرض ہے۔ کہ اسکی باہمی آیات اور سُور کے درمیان نظم و نسق کے علائق اور ربط و اتصال کے وجوہ میں غور کرے اور ان لطائف و غوامض کو معرض تحریر میں لائے۔ مگر افسوس کہ اس عزیز علم کی طرف مفسرین نے بہت کم توجہ کی ہے۔ چنانچہ اس کا شکوہ علامہ سیوطیؒ اتقان میں یوں کرتے ہیں:۔

علم المناسبة علم شریف قلّ اعتناء المفسرین به لدقته وممن اکثر منه الامام فخر الدین فقال اکثر لطائف القرآن مودعة فی الترتیبات والروابط

آیات کے باہمی مناسبات کا علم اعلیٰ ہے جسکی طرف مفسرین نے اسکی دقت کے باعث کم توجہ کی ہے۔ اسکی طرف امام فخر الدین رازی نے بہت توجہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے اکثر لطائف آیتوں کی ترتیب اور ربط میں پوشیدہ ہے۔

علامہ موصوف ربط و مناسبت آیات کا قاعدہ بھی بعض محققین سے نقل کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ ہم اپنے لفظوں میں ادا کرتے ہیں:۔

قرآن مجید کی ہر سورۃ کسی خاص مسئلہ پر ایک مستقل مضمون ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے درمیانی مضامین مسلسل مرتبط اور منظم ہوا کرتے ہیں جس کا مرکز و محور وہی خاص مسئلہ ہوتا ہے۔ اسی کو اصطلاح میں عمود یا موضوع سورۃ کہتے ہیں۔

موضوع سورۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ابتداء و انتہاء سورۃ پر ایک گہری نظر ڈال لینی چاہیئے۔ اس میں ایک خاص مضمون مشترک سا نظر آتا ہوگا۔ عموماً ابتداء و انتہاء سورۃ میں اس مضمون کی تصریح بھی ہوا کرتی ہے۔ اور درمیانی مضامین اس کے متعلقات ملائمات میں سے ہوتے ہیں۔ مثلاً دلائل مدعی و شواہد دعویٰ یا تفصیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اجمال یا اجوبۂ شبہات وغیرہ - اور بعض اوقات تو عمود سورۃ ایسا واضح اور بین ہوتا ہے کہ پہلی ہی دفعہ کی سرسری نظر سے اوقع فی الذہن ہو جاتا ہے - ثبوت دعویٰ میں مثال کے طور پر اسوقت میں صرف سورۂ بنی اسرائیل کو پیش کرتا ہوں *

قبل اسکے کہ مضمون یا موضوع سورۃ بنی اسرائیل پر بحث کی جائے - اس سے پہلی سورتوں پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے تاکہ تسلسل مضمون اور حسن نظم و ارتباط فرقانی بخوبی سمجھ میں آسکے - اس لئے بہتر ہے کہ ابتدائے قرآن سے سورۂ نحل تک تمام سورتوں کے مضمون کا خلاصہ تحریر کر دیا جائے - فاقول و باللہ اسأل التوفیق ان یهدینی سبیل الرشاد *

سب سے پہلی سورۃ سورۂ فاتحہ ہے - جو تمام علوم قرآنیہ کی مفتاح ہے - جو مذہب کے تمام اصول اساسی پر مشتمل اور انکے مجموعہ کا خلاصہ ہے - جس کا عنوان دربار رب العالمین میں بصورت درخواست ہے - اور اس میں نوع انسانی کے لئے قانون کی ارتقاء کی استدعا ہے جس کا اظہار اهدنا الصراط المستقیم کے ذریعہ کیا جاتا ہے - اسکے بعد سورۂ بقرہ سے لیکر تمام قرآن گویا اس دعا کا جواب ہے کہ جس قانون ارتقاء کی تمھیں طلب ہے وہ یہ کتاب ہے - ذلك الكتاب لا ريب فيه -

(سورۂ بقرہ سے سورۂ توبہ تک ہر سورۃ کا خلاصہ مضمون)

دعوۃ و تبلیغ کا صحیح طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے تعلیم یافتہ جماعت کو دعوت دیجائے کیونکہ ان کے دماغ ترقی یافتہ ہوتے ہیں - صحیح قوانین اور مفید تحریکات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں - پھر اس جماعت کو جو دوم درجہ پر ہو - علیٰ ہذا القیاس بقیہ جماعت کو - پس سب سے پہلی دعوت سورۂ بقرہ[1] و آل عمران میں اسرائیلی قوم کے دو گروہوں یہود و نصاریٰ کو دیگئی کیونکہ یہی دو تو جماعتیں مذہبی قوموں میں سب سے اعلیٰ تعلیمیافتہ تھیں اور قدیم مذہبی اقوام میں سب سے آخری نمبر اسی

---

[1] واضح ہو کہ بعثت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل قومی نبوت کا دور تھا - اسوقت ہر قوم میں علیحدہ نبی آیا کرتے اور ہدایت کے لئے الگ شریعت ہوا کرتی تھی - مگر جوں جوں ارتقاء ذہنیت اقوام ہوتا گیا اور سلسلہ تقارب اقوام بڑھتا گیا توں توں اس قومی نبوت کا دائرہ محدود ہوتا ہوا اسکی بجائے اشاعت و تبلیغ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا - قرآن حکیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوت کے چار دور کا تذکرہ ہے - چنانچہ ارشاد ہے - ان اللہ اصطفیٰ آدم[1] و نوحاً[2] و آل ابراهیم[3] و آل عمران[4] علی العالمین - پہلا دور[1] قومی نبوت کی ابتداء اور اسکے شیوع کا ہے - جسکے فاتح حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام ہیں - دوسرا دور[2] سلسلہ اشاعت و تبلیغ اور وعظ و تذکیر کے افتتاح کا ہے - جس کے فاتح دنیا کے الف دوم میں آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام ہیں - اس دور میں نبوت بقیۂ ذریت آدم سے منقطع ہو کر صرف ان کی اولاد کے دائرہ میں محدود ہو جاتی ہے - پھر دنیا کے الف دوم گذرنے پر تیسرا دور ابو الملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اس دور میں تاسیس ملت کی ابتداء ہو کر عالمگیر رسالت کی تخم ریزی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسرائیلی قوم کا تھا جو اپنے دَورِ حیات میں فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ کا خطاب رکھتی تھی۔ ان دونو قوموں کو ان ہر دو سورتوں میں دعوت اسلام دیکر ان کی مذہبی اغلاط اور اخلاقی نقائص کی تفصیل سے قلعی کھولی گئی۔ لیکن جب انہوں نے باوجود تنبیہ امراض اور تلقین معالجات کے ادھر توجہ نہ کی تو واضح ہو چکا کہ ان کی طبائع فساد عقائد اور بداخلاقی کے باعث بگڑ چکے۔ ان کا روحانی جوش سرد ہو چکا اور ان کے مذہبی جذبات فنا ہو چکے ہیں۔ لہٰذا یہ قومیں مذہبی پیشوائیت کے منصب

ہوتی اور اتحاد و اجتماع اقوام کے لئے ایک مرکز (بیت اللہ) کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسوقت دائرہ نبوت پہلے سے اور بھی تنگ ہو جاتا ہے اور انبیاء کی بعثت فقط آل ابراہیمؑ کے لئے مخصوص کر دیجاتی ہے۔ چنانچہ سورۂ حدید میں ہے۔ ولقد ارسلنا نوحًا و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب۔ اس میں تو حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ کے دونو دوروں کا مشترک ذکر ہے خاص دورۂ ابراہیمی کا ذکر سورۂ عنکبوت میں ہے۔ ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب اس میں النبوۃ والکتاب (نبوت غیر تشریعی اور تشریعی) کو ذریت ابراہیمی سے مخصوص بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپکی آل سے چار شاخیں نبوت کی وارث ہوئیں۔ بنی اسمٰعیل[۱]۔ بنی اسرائیل[۲]۔ بنی عیسو[۳] یا بنی ادوم۔ بنی قطورا[۴]۔ بنو قطوراء میں سے حضرت شعیبؑ بنی اہل مدین ہیں۔ اور بنو عیسو میں سے حسب ذیل انبیاء مختلف اقوام میں مبعوث ہوئے ادومی قوم میں حضرت ایوبؑ نبی ہوئے۔ اور پارسی تورانی قوم میں زرتشتؑ اور ہندی آریہ قوم میں حضرت کرشنؑ اور بدھ وغیرہ انبیاء۔ اور چینی قوم میں کنفیوشس نبی آئے۔ خاندان عیسو کا دور نبوت تقریباً ڈیڑھ ہزار سال رہا۔ اور بنی اسرائیل میں سلسلۂ نبوت دو ہزار سال تک جاری رہا۔ جس کے آخر میں اسرائیلی سلسلہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہو کر اسرائیلی قوم سے آسمانی بادشاہت کے چھن جانے کی خبر دیتے ہوئے آیندہ عالمگیر نبوت کے نئے دور کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ چوتھا[۴] دَور ہے جس میں قومی نبوت کا خاتمہ ہے۔ اس خاتمہ پر عمران کے گھرانے کو تمام قوموں پر برتری دیدی گئی* آل عمران علی العالمین اسکے بعد دنیا کے الف پنجم میں ایک پانچواں[۵] دور شروع ہوتا ہے جو مذہبی دنیا میں ایک نیا دَور ہے۔ اس دور کے لئے بنو اسمٰعیل کی قسمت جاگتی ہے۔ اس میں ابو الانبیاء ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں اور اسوقت دنیا کی تمام وہ اقوام جو انعامات الٰہیہ سے محروم ہو چکی تھیں ان کے لئے انعامات الٰہیہ کے دروازے از سرِ نو کھول دیئے جاتے ہیں۔ (شعر) ؎

صد ہزاراں آفریں بر جان او   بر قدوم و دَور فرزندانِ او

تشریح بالا سے واضح ہو گیا کہ بنو اسرائیل کا زمانۂ نبوت بنو عیسو اور بنو قطوراء کے زمانہ سے زیادہ ہے اور اس قوم میں انبیاء بھی بہ نسبت دوسری قوموں کے زیادہ آئے اس لئے اس قوم کو بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ تعلیم یافتہ کہنا زیبا ہے اور ان کے انقطاع نبوت کا زمانہ بھی اسلام سے قریب ترین ہے اس لئے قرآن مجید سب سے پہلے اس قوم کو دعوت کیلئے چنتا اور نعمت الٰہی کی یاددہانی کے لئے اس قوم کا نام لیکر اسے مخصوص طور پر یوں خطاب کرتا ہے۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم۔ ۱۲ منہ

* ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحًا و آل ابراھیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کھڑے ہونے اور آسمانی بادشاہت کے تخت خلافت سنبھالنے کے قابل نہیں ہیں۔ پس اب انکی بجائے ایک دوسری قوم اس میدان میں آنے والی ہے جو تعلیمات الٰہیہ کے انوار سے منوّر اور اخلاق فاضلہ کی زینت سے مزیّن اور جذبات ملیّہ سے لبریز ہو کر دنیا میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلنے والی ہے اور یہ قوم اُمّت مسلمہ ہے۔ جس کی بشارت پہلے ہی سے خاتم سلسلۂ اسرائیلی حضرت مسیح علیہ السلام یوں دے چکے ہیں:-

"مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاویگی اور اس قوم کو جو اسکے پھل لائے دیدی جائے گی۔" (متی ۲۱: ۴۳)

پس اب آیندہ چار سورتوں میں اس قوم کے سامنے ایک مکمّل نظام تبلیغ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ پہلے اپنی اندرونی اور خانگی اصلاح کر کے پھر اسی تعلیم و تہذیب کو دنیا میں پھیلائے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں انکی معاشرت خانگی کی خامیوں اور تمدنی نقائص کو رفع کر کے ان کے سامنے ایک اعلیٰ نظام مدنیت پیش کیا گیا۔ اور سورۂ مائدہ میں تشریعات مذہب کی تکمیل کر کے تکمیل دین کی بشارت دی گئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام ۔ اور سورۂ انعام و اعراف میں مذہب کے اساسی اصول ثلاثہ توحید۔ نبوّت۔ مجازات یعنی اصول مکافات عمل پر ہر پہلو سے روشنی ڈالکر نظام تبلیغ کو مکمّل کر دیا گیا۔ اب تبلیغی نظام کے مکمّل ہو جانے کے بعد اس قوم کا فرض ہے کہ دنیا میں اس کی اشاعت و تبلیغ کرے۔ لیکن قبل اسکے ضرورت ہے کہ اس قوم (مبلّغ قرآن) کو حفاظت خود اختیاری کے لئے چند ایک قواعد حفظ امن کے بھی دیدیئے جاویں تاکہ جو قومیں اس قانون الٰہی کی اشاعت کے وقت مخالفانہ سازشوں اور جارحانہ کارروائیوں کا اقدام کر کے برسرِ پیکار ہوں اور اس تعلیم وحی کو مٹانا چاہیں۔ مسلم جماعت ان الٰہی قوانین کے مطابق ان کا مقابلہ کرے۔ پس سورۂ انفال میں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(حکم جہاد کِس اصول پر مبنی ہے)

قاعدہ ہے کہ جب مُسلم اپنے مذہب کے اصول حقہ کی اشاعت و ترویج کریگا۔ اور مذاہب محرفہ کے نقائص و اغلاط کی قلعی کھول کر ان کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے بے نقاب کریگا۔ اور قوموں کی کوتاہیوں کو بیان کر کے ان کو اپنی اصلاح و ترتیب کی طرف توجہ دلائیگا تو اس وقت قوم میں دو قسم کے افراد ملینگے۔ ایک وہ ہستیاں پاؤگے جو صحیح الفطرۃ اور سلیم الطبع ہیں۔ وہ اس پکارِ حق پر لبیک کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگینگی۔ دوم وہ نفوس ہونگے جن کی طبائع فاسد اور روشنی فطرت بجھ چکی ہوگی۔ وہ مسلم کی اس آوازِ حق کو کبھی بھی ٹھنڈے دل سے نہ سُن سکینگے۔ بلکہ بجائے حقیقت حال پر غور کرنے اور حالت سیئہ کی اصلاح کرنے کے اُلٹے جذبات نفسانیہ سے لبریز ہو کر اپنے مذہب کی حمایت میں خواہ وہ کیسا ہی بودا اور باطل اصول پر مبنی ہو۔ مُسلم جماعت کے مقابلہ پر اُتر آئیں گی۔ اور نہ فقط اسکے ایذاء پہنچانے پر کفایت کرینگی بلکہ ہر قسم کی جارحانہ کارروائیوں کے ذریعہ اشاعت مذہب میں روکاوٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈالنے اور اس کے ملیامیٹ کرنے پر تیار ہو جائینگی۔ اور مُسلم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے ہر ممکن ذرائع کو استعمال میں لاوینگی جیسا کہ واقعاتِ عالم اس پر شاہد ہیں۔ ایسے وقت مُسلم کا لائحہ عمل اور نظامِ حیات تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا ؛

(الف) یا تو یہ کہ دشمنانِ اسلام کی ظالمانہ کارروائیوں سے مرعوب ہو کر اپنے مقصدِ حیات (اشاعت مذہب) کو ہاتھ سے چھوڑ دے اور اپنی بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے ذلت و غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے۔

(ب) اور یا یہ کہ ان کی مفسدانہ شرارتوں اور شیطانی منصوبوں کے مقابل محض تحمّل و صبر سے کام لے اور اصول عام تشدد پر کاربند ہو جائے۔

(ج) یا یہ کہ ایسی جارحانہ کارستانیوں اور فرعونی سرکشیوں کی مدافعت میں بحالت مجبوری یہ بھی تلوار نیام سے نکالے اور اپنی فطری شجاعت کا جوہر دکھاتے ہوئے حمایت مذہب کا عملی ثبوت دے ؛

شق اوّل کے متعلق تو کسی صاحب عقل کو ہم سے اس امر میں اختلاف نہیں ہوگا کہ یہ نہ فقط فطرت انسانی کے مخالف ہے بلکہ نظام عالم کا تمام سلسلہ ہی اسکے خلاف نظر آرہا ہے۔ تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون اس اصل کی تغلیط و تردید کا بیّن ثبوت دے رہا ہے۔ البتہ صورت دوم و سوم کے متعلق فتویٰ صادر کرنے میں ذرا توقف اختیار کرنا پڑیگا۔ کیونکہ ان ہر دو کے فوائد مثمرہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجائے۔ مگر قانون شناس فطرت انسانی اور ماہر فلسفہ ارتقاء سے یہی امید ہے کہ وہ ان ہر دو صُوَر کی تطبیق تقسیم عمل کے نظام سے کریگا بایں طور کہ صورت دوم کو ابتدائی حالت پر محمول کیا جائے اور سوم کو آخری حالت پر کیونکہ دوسری صورت حیات انسانی کے ہر دور کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تمام عالم طغیان و عدوان کا ظلمتکدہ بن جائے۔ اسی حقیقت کا اظہار قرآن حکیم یوں فرماتا ہے :-

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العالمين (بقرہ)

اگر اللہ تعالیٰ بعض جماعتوں کے ذریعہ ظالموں کی سرکشی نہ توڑتا رہے تو نظام دنیا درہم برہم ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ صاحب فضل ہے اس لئے اپنے فضل سے نظام عالم کو قائم رکھتا ہے۔

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً (الحج)

اگر شریروں کی مدافعت مجاہدین کے ذریعہ نہ کیجاتی تو شریعت کی تعلیم گاہیں اور معابد مسمار ہو جاتے اور وہ مسجد بھی فنا ہو جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

لہذا مجبوراً کہنا پڑے گا کہ جماعت حقہ کی مظلومیت اور اسکے تحمل و صبر کی بھی کوئی حد بندی کیجائے جس سے تجاوز کرنے کے بعد انہیں بھی تلوار نیام سے نکالنے کی اجازت دیجائے۔ چنانچہ اسی موقعہ کے متعلق ارشاد ہے :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا و ان اللّٰہ علیٰ نصرھم لقدیر (الحج) — جن لوگوں سے کفار برسرپیکار ہیں ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے[۱] کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔

اب ایسے وقت میں مسلم کو جن قوانین اور ضوابط کی پابندی کی ضرورت ہے ان کی تفصیل سورۃ انفال میں ہے پس سورۃ انفال میں تو قوانین[۲] جنگ کا بیان ہے ------------------------- اور سورۃ توبہ میں محارب اقوام سے جنگ کا اعلان کیاجاتا ہے۔

۱۔ واضح ہو کہ اس جنگ کی حالاتِ زمانہ کی رُو سے مختلف صورتیں ہونگی۔ جب کوئی قوم اپنے دَورِ جہالت میں مسلم کی راہ تبلیغ واشاعت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے وحشیانہ طریق سے نبرد آزما ہونے لگے تو اس وقت اسکی مدافعت کے لئے مجبوراً اسی رنگ میں جہادِ سیفی کی ضرورت ہوگی۔ لیکن جب زمانہ امن اور آزادی اور ترقی و تہذیب کے دَور سے گذر رہا ہو اور ہر مذہب و ملت کو اشاعت و تبلیغ کیلئے کامل آزادی ہو تو اس وقت جس جنگ کی ضرورت ہے وہ علمی جنگ۔ حجج و براہین اور دلائل و بینات کی جنگ ہے۔ اور حقیقت میں دلائل و بینات ہی وہ زبردست ہتھیار ہیں جن کا مقابلہ ظاہری تلواریں نہیں کرسکتیں۔ مادی تلوار کا وار تو صرف جسم انسانی پر پڑتا ہے اور اسے زندگی سے موت کی طرف لیجاتا ہے۔ مگر علمی تلوار کا وار جسم و بدن پر نہیں بلکہ روح اور قلب پر پڑتا ہے اور اپنے دمِ مسیحائی سے مُردوں کو زندہ کردیتا ہے۔ ع۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ ۱۲ منہ

۲۔ ان قوانین کی تعداد تقریباً ۱۶ ہے۔ ناظرین کی طمانیت خاطر کے لئے مناسب ہے کہ یہاں اجمالاً ان کا بھی تذکرہ کردیا جائے پس ان کا مختصر بیان مندرجِ ذیل ہے۔

(۱) جنگ کی غرض حصول دولت و زر نہ ہو بلکہ اشاعت مذہب کے لئے امن و آزادی دلانا ہو۔ اختتام جنگ پر جو غنائم و انفال ہاتھ آئیں انہیں اللہ اور اسکے رسول کی ملکیت جانیں آیت ۱
(۲) مقابلہ کے وقت نہایت ہی استقلال سے ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ آیت ۱۵
(۳) افسر کا حکم غور سے سُننا چاہیئے۔ آیت ۲۰
(۴) افسر کے حکم کی فوراً تعمیل کی جائے۔ آیت ۲۴
(۵) ہر وقت امانت اور دیانت داری پیش نظر رہے یہاں تک کہ اوقات جنگ میں بھی کسی قسم کی خیانت سرزد نہ ہو۔ آیت ۲۷
(۶) حالت جنگ میں تقویٰ کی روح ضائع نہ ہونے پائے۔ آیت ۲۹
(۷) چونکہ مقصد جنگ انسداد فتنہ ہے اس لئے جب ظلم اور فتنہ کا انسداد ہوجائے تو لڑائی سے رُک جانا چاہیئے۔ آیت ۳۹
(۸) تقسیم غنائم کا قانون۔ آیت ۴۱
(۹) دورانِ جنگ میں ذکر اللہ کثرت سے ہو۔ آیت ۴۵
(۱۰) باہمی اتفاق و اتحاد قائم رہے تنازع اور مخالفت پیدا نہ ہونے پائے۔ آیت ۴۵
(۱۱) جنگی معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ آیت ۵۶
(۱۲) قانون اسلحہ۔ مقابلہ کفار کی مدافعت کیلئے ہر قسم کی طاقتوں سے ہر وقت مسلح رہنا چاہیئے۔ آیت ۶۰
(۱۳) اگر دشمن صلح کا خواہاں ہو تو بیشک صلح کرلینی چاہیئے۔ ۶۱
(۱۴) حالت جنگ میں فوج کو اُبھارنا اور جوش دلانا بھی ضروری ہے۔ آیت ۶۵
(۱۵) قیدیانِ جنگ کے متعلق قانون۔ آیت ۶۷
(۱۶) دشمن کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ آیت ۷۲ ۱۲ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ ہے خلاصہ مدنی سورتوں[۱] کا۔ اس کے بعد مکی سورتوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ یونسؑ سے لیکر سورۂ حجر تک ایک ہی قسم کا مسلسل مضمون نظر آتا ہے۔ جیسا کہ ہر سورۃ کی ابتداء اس پر دال ہے کہ ان سورتوں میں آیات کتاب یعنی قانون الٰہی کی حقانیت کے دلائل پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے ؏

(فائدہ)

حقانیت قرآن اور اس کے زبردست نظام تنزیل[۲] یعنی دنیا کے تمام گوشوں میں بتدریج نافذ ہونیکے مبحث پر ذیل کی سورتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلے ان کو مجموعہ کے طور پر غور سے مطالعہ کر لینا چاہیئے۔ سورۂ یونس[۱] سے سورۂ حجر[۲] تک چھ سورتیں اور شعراء[۷]۔ نحل[۸]۔ قصص[۹]۔ لقمان[۱۰]۔ الم سجدہ[۱۱]۔ زمر[۱۲]۔ مؤمن[۱۳]۔ حم سجدہ[۱۴]۔ شوریٰ[۱۵]۔ زخرف[۱۶]۔ دخان[۱۷]۔ جاثیہ[۱۸]۔ احقاف[۱۹]۔ پہلی دس سورتوں میں آیات قرآن یعنی حقانیت قرآن کے دلائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور بقیہ میں تنزیل کو اور جیسا کہ حجر کے بعد نحل اتیٰ امر اللہ سے شروع ہوتی ہے اور یہ ذکر ہوتا ہے کہ کفار پر عذاب الٰہی آنے والا ہے ایسا ہی تنزیل کتاب کے مسئلہ کی توضیح سے فارغ ہو کر سورۂ احقاف کے بعد سورۂ محمدؐ شروع ہوتی ہے جو ہمرنگ ہے سورۂ نحل کی البتہ فرق ہے تو یہ کہ سورۂ نحل میں نزول عذاب کا وعدہ دیا ہے اور سورۂ محمدؐ میں اسکے نزول و وقوع کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔ اور ٹھیک یہی تنزیل کتاب کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل کا مضمون آیات کتاب کے مناسب ہے۔ فتدبّر

(عود الی المقصد)

چونکہ بقرہ سے توبہ تک ایک مستقل قانون مرتب ہو کر پیش کیا جا چکا ہے جسکی اشاعت و تبلیغ مسلم کے فرائض میں سے ہے اور حفاظت خود اختیاری کے طور پر چند ایک قواعد حفظ امن کے بھی مسلم جماعت کو پیش کیے جا چکے ہیں۔ اور ان کفار و معاندین حق سے جو معاہدۂ امن و صلح کو توڑ کر فساد و خونریزی پر اُتر پڑے ہیں۔ سورۂ توبہ میں براءۃ و بیزاری کا اعلان کر کے انہیں اعلان جنگ بھی دیدیا گیا۔ مگر پھر بھی انہیں اپنے نشیب و فراز کے جانچنے اور اصلاح حال کے لئے کچھ عرصہ کی مہلت دیکر یہ کہدیا گیا کہ اگر اب بھی اس مُدّت کے اندر سوچ سمجھ کر شرارتوں سے باز آجاؤگے تو تمہارے لئے بہتری کا موقعہ ہوگا فان تبتم فھو خیر لکم۔ لہٰذا اس عرصۂ امہال میں یہی مناسب تھا کہ پھر بھی انہیں اتمام حُجّت کے لئے اس قانون الٰہی کے کامیابی کے ساتھ نافذ ہو جانے اور اسکی مخالف جماعت کے خائب و خاسر رہنے پر متعدد دلائل مختلف پہلوؤں (تاریخی۔ آفاقی۔ انفسی) سے دیئے جائیں۔

ح۱۔ یہ تغلیباً کہا گیا اگرچہ سورۂ انعام و اعراف کی سورتیں ہیں مگر طولانی سلسلہ کے اعتبار سے ایک طرح مدنی سورتوں کی ہمرنگ بھی ہیں ۱۲ منہ

ح۲۔ واضح ہو کہ جس طرح قلب نبوی پر قرآن مجید کا نزول تدریجی ہوا۔ اسی طرح قلوب بنی آدم پر اسکی روحانی تاثیرات کی تجلی بھی تدریجی ہے۔ پس تنزیل کتاب کے روحانی طور پر ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اقوام دنیا کے قلوب میں ایسی استعداد پیدا ہو جس سے قرآن حکیم کی تعلیم کو بشرح صدر قبول کر سکیں۔ جس قدر یہ استعداد پیدا ہوتی جائے گی اسیقدر قرآن مجید کا نزول قلوب انسانی پر ہوتا جائیگا ۱۲ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس آگے اِسی مضمون پر کہیں تو اس طور پر روشنی ڈالی جائیگی کہ نظام عالم اسی قانون الٰہی کا متقاضی ہے۔ کیونکہ یہی قانون اصلح ہے۔ اور نظام عالم بقاء اصلح سے وابستہ ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس و ہود کا یہی مضمون ہے۔ اور کہیں اس طور پر دلائل ہونگے کہ تاریخ گذشتہ اور تجربۂ عالم بھی یہی بتاتا ہے کہ اس قانون اور اس کی پیرو جماعت کو ترقی و فروغ ہو۔ یہ سورۂ یوسف کا مضمون ہے۔ چنانچہ اسمیں ایک لطیف پیرایہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی آیندہ ترقی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اور کہیں حجج و بینات کا طرز بیان یوں ہوگا کہ جیسا مادی حیثیت سے نظام عالم نظام شمسی سے وابستہ ہے ایسا ہی روحانی حیثیت سے عالم کا بقاء روحانی شمس یعنی وحی سے ہے۔ اس کی روشنی سے جبتک دنیا منوّر نہ ہو کارخانۂ عالم چل نہیں سکتا۔ لہذا اس روحانی شمس کا طلوع اس لئے ہوتا ہے کہ دنیا کو جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نکالکر ایمان و اخلاق کی روشنی میں لاوے۔ لتخرج الناس من الظلمات الی النور یہ سورۂ ابراہیم کا سیاق مضمون ہے ؎

اور کہیں مسلم جماعت شیدائے قانون الٰہی کو یوں اطمینان دلایا جاتا ہے کہ مخالفین کو تمہارے ہی ہاتھوں عنقریب عذاب چکھایا جانے والا ہے۔ لیکن اس کے لئے انہیں کچھ عرصہ کی مہلت دیجئے۔ ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون اور یہ اس لئے کہ سُنت اللہ یوں ہے کہ جس شہر کی بربادی مقدر ہے اس کے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم۔ اب مبادا مسلم کے دل میں کہیں یہ خوف نہ ہو کہ اس مدت امہال میں شاید مخالفین طاقت پکڑ کر قرآن حکیم کے مٹانے کے درپے ہو جائیں۔ اس کی تسکین کے لئے آگے قرآن مجید کی ابدی حفاظت کا وعدہ بایں الفاظ دیا جاتا ہے۔ وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم ہی اسکی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔ اس کی حفاظت کی صورت ایسی اعجازی ہوگی جس کی نظیر دوسرے کسی مذہب میں نہیں مل سکیگی۔ اس کے اعداء اگر اپنی سیاسی طاقت سے کام لینا چاہتے ہیں تو انہیں اسی طریقہ سے ملیا میٹ کر دیا جائیگا۔ اور اگر وہ اپنے مذہبی پروہتوں (نجومیوں اور کاہنوں) کی طاقت کے بل بوتے لوگوں پر عقائد باطلہ کا رُعب ڈال رہے ہیں تو سنو کہ اب یہ انتظام ہو چکا ہے کہ ان شیاطینی مسترقات پر آسمانی گولے (حجج و بینات قرآنی کے) پڑ کر انکو اور انکے اثرات کو بھسم کر دینگے۔ چنانچہ آگے اسی کا ذکر اس پیرایہ میں کیا جاتا ہے۔ ولقد جعلنا فی السماء بروجا الی قولہ فاتبعہ شھاب مبین۔

پس یاد رکھو کہ نظام تحفظ قرآن میں کسی مخالف کو مجال دست اندازی نہیں بلکہ یقیناً انہیں مخالفین پر تباہی آنیوالی ہے۔ وان الساعۃ لاٰتیۃ فاصفح الصفح الجمیل۔ اگر کسی شخص کو کامیابی کے ظاہری اسباب نظر نہ آنیکی وجہ سے ضیق صدر ہوتا ہو تو فتح و ظفر کے روحانی اسباب کے جلب و جذب کا دستور بھی آگے بتایا جاتا ہے کہ وہ تسبیح و عبادت ہے۔ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واعبد ربك حتی یأتیك الیقین۔

یہ ہے خلاصہ سورۂ حجر کا۔ اب اس کے بعد سورۂ نحل ہے۔ جو گویا گذشتہ سُور مکیہ کا تکملہ اور تتمہ ہے جسمیں پھر کفار پر عذاب الٰہی آنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور تصریف الآیات کے طریق پر تذکیر بآلاء اللہ (انعامات الٰہیہ کی یاد) سے انقیاد الی اللہ (اطاعت الٰہی) کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ اب بھی موقع ہے کہ اس عذاب سے بچنے کی تدبیر کرلیں اور وہ یوں ہے کہ مختلف ٹیڑھی راہوں کو چھوڑ کر ایک راہ قصد السبیل (راہ وحی) کو اختیار کر کے اسپر گامزن ہو جائیں جو انہیں سیدھا خدا تک پہنچاتی ہے۔ وعلی اللہ قصد السبیل۔ پھر اس وحی کے نزول کی ضرورت کو مختلف پیرایوں میں تصریف الآیات کے قاعدہ پر بیان کیا گیا۔ اور اسپر مخالفین کی طرف سے جو وساوس و شبہات پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً شفاعت[1] آلہہ باطلہ۔ مسئلہ تقدیر[2]۔ بعث[3] بعد الموت بشر کا نبی ہونا۔ ان کا قلع قمع کر کے تذکیر بایام اللہ[2] کے طریق پر نزول عذاب کے لئے وقائع تاریخی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور تذکیر بما بعد الموت[3] کے اصول پر وقائع اخروی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ ویوم نبعث من کل امۃ شہیدًا[لہ]۔ اس کے بعد تیرھویں رکوع میں کتاب الٰہی کے قوانین اساسی کو بیان فرما کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بہترین زندگی اعمال صالحہ سے ہے۔ من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ چودھویں رکوع میں مسلم کی کامیابی کے شاندار اصول ذیل ہجرت[1]۔ جہاد[2]۔ جمعہ[3] کا بیان ہُوا۔ آخری رکوع میں ابو الملۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرما کر ملّت حنیف کے اصول کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پھر دعوۃ و تبلیغ ملّت بیضاء

لہ۔ اگرچہ عام طور پر یہ مانا گیا ہے کہ اس آیت میں یہ وعدہ قیامت کے متعلق ہے۔ مگر اسکی تخصیص و تحدید پر کوئی دلیل نہیں قرآن حکیم کا جو روح الکلم ہے اس کی بشارات کے مصادیق عامہ ہُوا کرتے ہیں۔ یہ وعدہ آخری زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی ہے جس کا ذکر سورۂ کہف میں بھی ہے۔ ونفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعًا۔ یعنی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ بذریعہ بعثت مسیح موعود علیہ السلام نفخ صور کریگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ہر ایک اُمّت سے اس کی اور اسلام کی صداقت کی شہادت دینے والے کھڑے کردیگا جو اس آسمانی آواز پر لبیک کہینگے اور جو اس کا انکار کرینگے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انہیں عذاب سے نجات نہیں ہوگی چنانچہ آگے ہے ثم لا یؤذن للذین کفروا ولا ھم یستعتبون۔ اور آیت والقوا الی اللہ یومئذٍ السلم میں اسلام کے غلبہ اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی بشارت ہے۔ اور آگے ویوم نبعث فی کل امۃ شہیدًا علیھم میں بتایا کہ اس موعود امام کے متعلق ہر ایک اُمّت کے پیغمبر کی شہادت ہوگی۔ چنانچہ سورۂ بروج میں شاھد و مشھود آیا ہے۔ اور وجئنا بك شہیدًا علی ھؤلاء میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے ان سب شہادتوں کی تصدیق ہوگی آپکی شہادت مفصل اور اسی موعود کے متعلق پیشگوئیاں مشرح ہونگی اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ پر مفصل کتاب کا نزول ہے ونزلنا علیك الکتاب تبیانًا لکل شیءٍ

۱۲ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اصول پر روشنی ڈالکر مسلم جماعت کی ترقی کا یوں اعلان فرمایا گیا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ۔ یہ ہے خلاصہ سورۃ نحل کا۔

اب اسکے بعد سورۃ بنی اسرائیل کا نمبر ہے۔ جس میں اُمت مسلمہ کی ترقی کا دستور[1] پیش کیا گیا ہے اور اسکی ترقی و تنزل کے دونو پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مبادا کہیں ان کو یہ خیال گذرے کہ ترقی و عروج ان کی ذاتی خصوصیات سے ہے اسلئے شرائط و اصول ترقی بیان فرماکر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ جبتک ان اصولوں کی پابندی رہے گی ترقی و عروج۔ فتح و ظفر انکے ساتھ ہے۔ اور جب ان اصول کی اتباع میں فرق آیا تو تنزل و ادبار اور موت و فنا کا آنا بھی لازمی ہے ۔ اسی لئے بنی اسرائیل کے دو دو دور (عروج و تنزل) کا ذکر کیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ سورۃ بنی اسرائیل کا موضوع مسئلہ ارتقاء اُمت مسلمہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد مضامین کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی ہے ۔

(مضامین سورۃ الاسراء کی تنظیم)

مضامین سورۃ بنی اسرائیل کی تنظیم کے لئے سورۃ کو چھ بابوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

باب اوّل۔ نظارۂ ارتقاء۔ یہ مضمون بطور تمہید ہے جو رکوع اول کے اختتام تک ہے جسمیں اسراء یا معراج اور کتاب موسیٰ (توراۃ) کے فیوضات کا بنی اسرائیل میں محدود رہنا اور انکی ترقی اور تنزل کے دو دو دوروں کی پیشگوئی اور قرآن حکیم کے فیوض کا عام اور عالمگیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

باب دوم۔ شرائط ترقی۔ یہ مضمون دوسرے رکوع سے تیسرے تک ہے۔

باب سوم۔ قوانین ترقی۔ ان کا بیان تیسرے اور چوتھے رکوع میں ہے۔

باب چہارم۔ اجوبۂ شبہات۔ یہ سلسلہ پانچویں اور چھٹے رکوع تک چلتا ہے۔ اسکے بعد آیت ۷۲ تک تتمۂ باب ہے۔

جس میں فلسفۂ ارتقاء اور ضرورت قوانین وحی اور مدارج ارتقاء انسانی کا بیان ہے۔

باب پنجم۔ سیاسی تدابیر اور انکے جواب۔ یہ مضمون آیت ۷۳ سے شروع ہوکر گیارھویں رکوع کے اختتام تک ہے۔

باب ششم۔ جو بطور خاتمہ کے ہے۔ یہ سورۃ کا آخری رکوع ہے۔ جس میں اُمت مسلمہ کے حالات کا انطباق بنی اسرائیل کے حالات پر کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح ان کو قوانین ترقی دیئے گئے اور ان کے مخالفوں کو تباہ کیا گیا۔ اسی طرح ان کے مخالفین کا بھی وہی حشر ہوگا۔ اسکے بعد مبلغ کو چند اصول تبلیغ بتلائے جاتے ہیں جنکے ماتحت سلسلۂ تبلیغ جاری کیا جائے۔ (باقی آئندہ)

محررہ خاکسار عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس عربی ہائی سکول خانپور ریاست بہاولپور

۱؎ ۔ روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو روزانہ رات کے وقت تلاوت فرماتے اور اس موضوع پر غور فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ کل لیلۃ بنی اسرائیل والزمر (در منثور)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب

اسلامی پردہ

(نمبر ۲)

شمارہ ماضیہ میں پردہ پر بنیادی اعتراضات درج ہو چکے ہیں، اب قبل اس کے جو اسکے جوابات بالتفصیل معرض تحریر میں آئیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پردہ پر جملہ اعتراضات کا ایک مجموعی حل پیش کرنے کے لئے پردہ کی ضرورت اور اس کی، علت غائی، بیان کر دی جائے کیونکہ کسی چیز کے متعلق یہ معلوم کرنیکا کہ آیا وہ مفید ضروری اور سودمند بھی ہے یا نہیں ایک اجمالی ذریعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس سے کونسے فوائد مقصود و متصور ہیں پھر اگر ہم دیکھیں کہ وہ فوائد مسلم ہیں اور وہ چیز واقعتاً ہمیں ان فوائد سے بہرہ اندوز کر دیتی ہے تو ہمیں اسکے سودمند ہونے کا اعتراف کر لینا چاہیئے، ذیل کی سطور اسی اجمال کی تفصیل ہیں :-

پردہ کی علّت غائی اس میں کسی بحث کی ضرورت نہیں کہ نفس کی حقیقی پاکیزگی دنیا کے قدیم اور موجودہ غرض تمام ادیان و مذاہب کی اساس ہے، اور کسی بھی نقطۂ خیال نے طہارت نفس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نجات تجویز نہیں کیا،

اور از بس کہ مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط اور دلربائی کے تمام ہوسکارانہ سامانوں سے آراستہ پیراستہ ہو کر عورتوں کا مردوں کے سامنے نکلنا اعلیٰ اخلاق روحانیت اور پاکیزہ زندگی کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ اسلئے اسلام نے جو قویٰ کی تہذیب، نفس کی اصلاح، اخلاق کی درستی اور روحانیت کی ترقی کے لئے آیا تھا۔ عورتوں کو حجاب، ایسا پُر حکمت حکم دیا، اور انہیں کہا کہ وہ اپنی زیب و زینت غیر مردوں سے چھپالیں۔ کیونکہ یہ چیز تزکیہ نفس کی جدو جہد میں ان کی بہترین ممد و معاون ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ پردہ کا حکم دینے کے بعد اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :- قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك ازکیٰ لھم ؕ

یعنی پردہ کا حکم بیکار اور بیسود نہیں بلکہ تمہاری پاکیزگی کا ایک ذریعہ ہے،

پس اگر دنیا میں پاکیزگی، تقدس اور طہارت کی کچھ بھی قدر کچھ بھی قیمت اور کچھ بھی حیثیت ہے، تو دنیا کو پردہ کا اصول تسلیم کرنا پڑیگا، کیونکہ پردہ ان کا بہترین محافظ ہے، انکار کی صورت میں مخالفین کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مردوں عورتوں کا میل و ملاپ، مردوں کے سامنے عورتوں کی زیب و زینت کا مظاہرہ، اور دلربائی کے جملہ سامانوں سے آراستہ ہو کر جوان اور جذبات سے بھرے ہوئے مردوں کے ساتھ بے باکانہ میل جول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہرگز نفسانی جذبات اور حیوانی خواہشات کے بھڑکانے کا موجب نہیں، اور ان کی عفت و عصمت اس سے کسی خطرہ میں نہیں پڑتی لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی اس پہلو میں تمام کوششیں عبث ثابت ہونگی، اور واقعات ایک زندہ شاہد کی طرح انہیں جھٹلا دینگے، بھلا یہ کس طرح ممکن ہے جبکہ انسانی نفس ہی کچھ ایسی کیفیات رکھتا ہے کہ جب بھی غیر مردوں سے عورتوں کا میل جول ہوگا تو ہر دو کے جذبات حیوانی جوش میں آئینگے، تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر افسوس ہے ان کے فہم و فراست پر حیف ہے ان کے جذبات حیاء و شرم پر جن کا یہ خیال ہے کہ مرد اور عورت کا اختلاط بد نتائج کا پیش خیمہ نہیں نہ ہی اخلاقی طور پر اس سے کسی قسم کے نقصان کا احتمال ہے۔ اور کوئی شخص عورتوں کی بے پردگی سے کسی فتنہ میں نہیں پڑسکتا، کیونکہ یہ ایک قول ہے جو شرمندہ تکمیل و تصدیق نہیں ہوسکتا ایسا اندازہ ہے جو کبھی بھی درست نہیں ہوسکتا، ایسا خیال ہے جو فہم و فراست تو کیا واقعات کی کسوٹی پر بھی پورا نہیں اُتر سکتا،

یہ تو فطرت کا اصول ہے اور جبتک اس کا یہ اصول نہیں بدلتا اور جبتک جوان مردوں سے بےحجابانہ جوان عورتوں کے میل و ملاپ اور ان کے جذبات شہوانی کی تحریک رُک نہیں جاتی اس وقت تک پردہ دُور کرنا یا اسکے خلاف کسی تجویز کا اُٹھانا قوم کے اخلاق کو تباہ کن ابتلا میں ڈالنے کا مترادف ہے، مناسب ہوگا کہ اسی موقعہ پر اپنے مفہوم کی زیادہ وضاحت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لاہور والے لیکچر کا اقتباس درج کر دیا جائے، حضور علیہ السّلام اسلامی نقطۂ نگاہ سے آریوں کی مجلسی زندگی پر تبصرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصّہ انسانوں کا نفس امّارہ کے ماتحت چل رہا ہے، اور وہ اپنے نفس کے ایسے قابو میں ہیں کہ اسکے جوشوں کے وقت کچھ بھی خدا تعالیٰ کا دھیان نہیں رکھتے۔ بہت سے مرد جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں آتے، اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں۔ اور جب فریقین کو باوجود ان کی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دی جائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصّوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ فی الحقیقت۔ پاک دل ہوجائینگے اور انکی امارگی جاتی رہیگی، اور شیطانی روح نکل جائیگی اور انکی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہوجائیگا۔ اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہوجائیگی اور وہ ایک پاک تبدیلی کرینگے، اور خدا ترسی کا ایک پاک چولا پہن لینگے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اسوقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہونگے گویا وہ مرد نہیں اور ان کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہوگئی ہیں کہ محرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں یا خیال دل میں لاسکیں۔ مگر اے پیارو!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے، ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ایسا کرو، اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے۔

یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ بھی ہوتی تو بھی اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیئے تھی، کیونکہ کلجگ ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شراب خوری کا زور ہے، اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اُٹھ گئی ہے، زبان پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی منطق و فلسفہ کے بھرے ہوئے ہیں، مگر دل روحانیت سے خالی ہیں، ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔"

غرض سوسائٹی میں۔۔۔ اخلاق کی درستگی، بدیوں کا استیصال، بدکاری کی روک تھام، روحانیت کی ترقی، نفس کی پاکیزگی، یہ وہ مقاصد ہیں جن کے پیش نظر پردہ کا حکم دیا گیا، اور اگر غور کیا جائے تو یہ مقصد ہی اتنا گراں مایہ اور قیمتی ہے کہ اگر پردہ سے یہ حاصل ہو جائے، (اور جیسا ہم نے بتلایا اس مقصد کے حصول کا پردہ ہی واحد ذریعہ ہے) تو اس کے مقابل میں پردہ پر ہزار اعتراض بھی ہیچ اور لایعنی ہیں،

پردہ کی حکمت اس کا فلسفہ اس کی ضرورت اور علّت غائی بیان کر دینے کے بعد ہمارے سامنے وہ سوالات ہیں جو پردہ کے مخالفین کی طرف سے اشاعت ماضیہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

پردہ کے مخالفین کا اس پر سب سے پہلا اور ان کے زعم میں مضبوط اور ناقابل شکست یہ اعتراض تھا کہ پردہ ہیئت اجتماعی کے لئے سخت مضر ہے، انہیں دعویٰ تھا کہ دنیا کے 'نظام ارتقاء' میں اسلام نے اگر کوئی حصّہ لینا ہے، تو اسے عورت کو ان قیود سے آزاد کرنا پڑیگا، اور یہ بیڑیاں اس کے پاؤں سے اُتارنا ہونگی، اور اسے اجازت دینا ہوگی کہ وہ ہر طرح کی مجالس و منادم میں شریک ہو سکے، ہر سوسائٹی میں میل ملاپ پیدا کر سکے، ورنہ اسلام کے متبعین کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ ان کا مذہب نہ صرف تمدّن و تہذیب کی ترقی کے لئے کوئی سامان پیش نہیں کرتا بلکہ اس کی راہ میں سنگ گراں بن رہا ہے۔

پردہ پر پہلے اعتراض کا جواب

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سوال تہذیب و تمدّن کی ترقی کے حقیقی قوانین کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

نظام عمرانیت' میں 'تقسیم عمل' ایک زریں اصول ہے، اسی اصول کے مطابق بعض کام تو ایسے ہیں جنہیں دنیا والوں نے آپس میں تقسیم کر لیا ہے اور وقتاً فوقتاً وہ ایسا کرتے رہتے ہیں، لیکن بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی تقسیم خود قدرت نے اپنے ہاتھوں سے کر دی ہے، چنانچہ اس نوع انسان کی دو بیّن اصناف پر نظر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھتے ہوئے عورت کی خاص بناوٹ جسمانی، ہیئت ذاتی، قابلیت ذہنی اور حالات طبعی کے مطابق اس کے فرائض مرد سے جُدا مقرر کیئے ہیں، عورت اگر گھر کی ملکہ ہے، خانگی انتظامات اس کے فرائض میں داخل ہیں، آیندہ نسل کو پیدا کرنا، اس کو دُودھ پلانا، اور پھر اس کی ابتدائی تربیت اس کے ہاتھ میں ہے، اس کی گود تمدّن کا گہوارہ ہے، اور ایسے ماحول کا پیدا کرنا اس کا فرض ہے، جس میں رہ کر بچے فخرِ قوم اور سوسائٹی کے لئے کار آمد وجود بنیں، تو دوسری طرف قدرت نے گھر سے باہر کی محنتیں مرد کے سپرد کی ہیں، اور ہر قسم کے اخراجات کا بوجھ اس کے مضبوط کندھوں پر ڈالا ہے، سچ ہے:-

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا

غرض یہ ایک تقسیم عمل ہے جو قدرت نے خود کردی، اب اس پر نگاہ کرلو صاف نظر آئیگا کہ عورت کے سپرد انسانی تمدّن کا وہ حصّہ ہے جس کا بیشتر تعلق گھر کی چار دیواری سے ہے اور جس کے لئے اسے گھر سے باہر قدم رکھنے کی بہت کم ضرورت ہے، اور اگر کبھی اپنے فرائض کی ادائیگی کے پیش نظر اس سے نکلنے کی ضرورت پیش بھی آئے تو جیسا آگے چلکر ثابت کیا جائیگا، کہ اسلام عورت کو اس سے ہرگز نہیں روکتا کہ وہ حوائج ضروریہ کے لئے گھر سے باہر نکلے، ہاں وہ عورت کو پردہ کا حکم دیکر ایک احتیاطی تدبیر بے شک تجویز کرتا ہے، تا عورت کے مردوں سے اختلاط کے جو بد نتائج مرتب ہوسکتے ہیں، انسانی سوسائٹی ان سے محفوظ رہے ؂

اس میں کیا شک ہے کہ عورت کا وجود بدی کو اُبھارنے والا ہے، اور وہ مرد کے حیوانی جذبات کے لئے ایک ہمیز یا تازیانہ سے کم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اور مرد و عورت کا جوڑ آگ و بارود کا جوڑ ہے، جونہی بارود کو آگ دکھاؤ گے وہ بھڑک اُٹھیگا، یا موم و تمازت کی مثال سمجھ لیجئے، جب بھی موم سے آنچ قریب ہوگی اس کا پگھلنا ضروری ہے۔ پس ضرور تھا کہ عورت کو مرد سے دُور رکھا جائے ؂

اب دیکھ لو، پردہ کا حکم دیکر اسلام نے سوسائٹی کی ترقی کو کسی خطرہ میں نہیں ڈالا، بلکہ ایسے سامان مہیّا کیئے ہیں جن کے ذریعہ ان اسباب کا سدباب ہوجائے، جو اس کی ترقی میں روک بن سکتے تھے، اور ایک امتیازی خط کھینچ کر مرد و عورت کا علیحدہ علیحدہ دائرہ عمل متعین کردیا، تا وہ ایک دوسرے کے کام میں دخل دیکر نظامِ عمرانیت کو برباد کرنے کے مرتکب نہ ہوں، غرض یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام نے پردہ کا حکم دیکر تہذیب کے ارتقا میں روک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا انجیل مستقل شریعت کی کتاب ہے؟

(نمبر ۴)

اہل بہا کا ایک اور استدلال

ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ہوشیارپوری نے ایک دفعہ اپنے ٹریکٹ میں قرآن کریم کی آیت وآتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور اور ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللّٰہ فیہ سے یہ استدلال فرمایا تھا کہ (۱) شریعت وہ ہوتی ہے جو منزل من اللہ ہو۔ (۲) اس میں ہدایت ہو۔ (۳) اس میں نور ہو۔ اور (۴) لوگوں کے لئے حکم ہو۔ اور شاید اور بھی باتیں لکھی ہوں۔ چونکہ وہ ٹریکٹ اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لئے دوسری باتوں کے متعلق میں لکھ نہیں سکتا۔ اِن چار باتوں کی بنا پر آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی تھی کہ انجیل چونکہ منزل من اللہ ہے۔ اس میں ہدایت ہے۔ اس میں نور ہے۔ اور وہ لوگوں کے لئے حکم ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیات سے ظاہر ہے۔ اس لئے ان کے خیال میں وہ کتاب شریعت ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ موجودہ اناجیل منزل من اللہ ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ یہ دوسرے آدمیوں نے دوسروں سے سُن سُنا کر حضرت مسیحؑ کے سوانح حیات کے متعلق تاریخی طور پر کتابیں لکھی ہیں۔ دوسرے کی لکھی ہوئی کتابیں منزل من اللہ نہیں ہو سکتیں۔ پھر تاریخ میں بعض دفعہ اصل واقعات کے خلاف بھی غلطی سے لکھا جاتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو بات تاریخ میں لکھی گئی ہو وہ درست ہی ہو۔ مثال کے طور پر بعض مؤرخین اسلام نے اسکندریہ کے کتب خانہ کو جلائے جانے کی وجہ حضرت عمرؓ کا حکم لکھا ہے۔ حالانکہ اوّل تو جولیس سیزر نے اس کو فتح مصر کے وقت جلا دیا تھا۔ دوسرے باقی ماندہ حصّہ کو عیسائیوں نے رسول کریم صلعم سے ایک مُدّت پہلے ہی جلا دیا تھا۔ اس لئے ثابت ہُوا کہ یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ موجودہ اناجیل میں لکھا ہو وہ درست ہی ہو۔ جیسے سینکڑوں وضعی احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر جب قرآن کریم کی کسوٹی پر اُن کو پرکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی خود غرض انسان نے وضع کرکے لوگوں میں مشہور کر دی ہیں۔ ایسا ہی موجودہ اناجیل میں جو میٹریل ہے یہ ایک حد تک قابل اعتبار نہیں۔ اس لئے منزل من اللہ نہیں کہلا سکتیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک حصّہ اِن مروّجہ اناجیل میں حضرت عیسٰیؑ کی صحیح تعلیم کا موجود ہو۔

اِن اناجیل میں ہدایت کی باتیں بیشک ہیں اور چونکہ وہ ہدایت کی باتیں ہیں اس لئے نور بھی بہرحال ان میں موجود ہے اور وہ حکم بھی ہیں۔ مگر ان باتوں سے کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ شریعت کی کتاب ہے اور پُرانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شریعت کو منسوخ کرنیوالی ہے +

دیکھئے زبور خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وآتینا داؤد زبورا۔ اور دی ہم نے داؤدؑ کو زبور (۲) دوسرے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ کو ہدایت دیئے جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ انبیاء سابقین کا ذکر کرنیکے بعد جن میں حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ زکریاؑ۔ یحییٰؑ وغیرہ شامل ہیں فرمایا۔ وھدینٰھم الیٰ صراط مستقیم کہ ہم نے ان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی۔ گویا حضرت داؤدؑ کی کتاب زبور بھی ہدایت کی کتاب ہوئی۔ (۳) آگے چلکر انہی انبیاءؑ کے متعلق فرمایا ہے اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ۔ یہی لوگ ہیں جن کو دی ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت زکریاؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت ہارونؑ حضرت الیاسؑ اور حضرت یسع وغیرہ کو بھی کتابیں ملی ہیں۔ وہ کتابیں منزل من اللہ تھیں۔ ان میں ہدایت تھی اور اُنکو چونکہ حکم بھی ملا تھا اس لئے وہ حَکم بھی ہوئے۔ (۴) جب ان کی کتابیں منزل من اللہ تھیں۔ جب اُن کی کتابوں میں ہدایت تھی۔ جب وہ حکم تھیں تو ضرور ہے خدا کی نازل کردہ کتابوں میں نور بھی ہو۔ کیونکہ نور کوئی علیحدہ وجود خدا کی نازل کردہ کتاب کے علاوہ نہیں رکھتا۔ خدا کی کتاب میں تاریکی راہ نہیں پا سکتی۔ جب تاریکی نہ ہوئی تو ماننا پڑے گا کہ نور بھی ان میں ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ زبور میں نور بھی ہے۔ ہدایت بھی ہے۔ منزل من اللہ بھی ہے۔ اور حکم بھی۔ کیونکہ توریت کے بعد آنے والے انبیاءؑ کے متعلق دوسری جگہ قرآن کریم میں آیا ہے یحکم بھا النبیون۔ وہ انبیاء صاحب حکم بھی تھے۔ اس لئے کیا ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب زبور کو بھی شریعت کی کتاب کہیں گے۔ کیونکہ آپ کی چاروں باتیں زبور میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جن دلائل کی بنا پر آپ زبور کو غیر شریعت قرار دوگے انہی سے میں بھی انشاء اللہ انجیل کو غیر شریعت ثابت کر دونگا۔

زرقانی صاحب کی دلیل

زرقانی صاحب نے زبور کے شریعت نہ ہونے کی یہ دلیل دی ہے کہ اس کے متعلق "ولیحکم اھل الزبور بما انزل اللہ فیہ نہیں آیا اور حضرت داؤدؑ نے اپنے آپکو بیت المقدس سے بڑا اور سبت کا مالک ٹھہرایا۔ نہ احکام روزہ۔ طلاق اور سبت وغیرہ کو بدلا۔ بلکہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔"

اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر یہ سراسر بیجا الزام ہے کہ آپ نے توریت کے روزے بدل دیئے۔ میں اہل بہا کو چیلنج کرتا ہوں کوئی بہائی ثابت تو کرے کہ توریت کے بیان کردہ روزوں کو حضرت مسیحؑ نے منسوخ قرار دیا ہو۔ یہ سراسر غلط ہے کہ آپنے سبت کی حرمت کو اس وجہ سے توڑ دیا تھا۔ کہ آپ چونکہ سبت کے مالک تھے۔ جان بوجھ کر آپنے سبت کی حرمت کو کسی جگہ بھی نہیں توڑا۔ ہاں یہود کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلط خیالات اور غلط عقائد کی کوئی پروا نہیں کی۔ مثلاً یہود کا خیال تھا کہ سبت کے دن بیمار کو اچھا کرنا درست نہیں۔ نیک کام کرنا درست نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ایسی باتوں کی پروا نہیں کی کیونکہ یہ باتیں توریت کے خلاف نہ تھیں ورنہ کسی ایک جگہ بھی سبت کی حرمت کے خلاف آپنے کوئی نیا حکم نہیں دیا۔ جیسا کہ مَیں اپنے مضمون کے حصہ اوّل میں یہ ثابت کر آیا ہوں۔ رہا طلاق کا معاملہ وہ حضرت ملاکی نبی کی کتاب میں بھی درج ہے کہ خدا کو طلاق سے بیزاری ہے کیا پھر حضرت ملاکی کو بھی صاحب شریعت قرار دیا جائیگا۔

یہ بات کہ بیت المقدس سے بڑے ہونیکا دعویٰ کرنے والا صاحب شریعت ہوتا ہے یا جو بیت المقدس سے بڑا ہونیکا دعویٰ نہ کرے وہ صاحب شریعت نہیں ہوتا۔ میری سمجھ میں یہ بات ابھی تک نہیں آئی کہ بیت المقدس سے بڑا ہونا یا چھوٹا ہونا کیونکر کسی کو صاحب شریعت اور کسی کو غیر صاحب شریعت بنا دیتا ہے۔ اس امر کیلئے زرقانی صاحب نے کوئی دلیل نہیں دی۔ یہ ٹھیک ہے آپنے ہیکل سے بڑے ہونیکا دعویٰ فرمایا ہے۔ ہیکل سے صاحب شریعت ہونیکا تعلق؟ کیا جو ہیکل سے بڑا ہونیکا دعویٰ کرے وہ صاحب شریعت ہو جاتا ہے؟ کیا کوئی اہل پیغام میں سے مجھے یہ بتلا سکتا ہے کہ وہ کیسے صاحب شریعت بن جاتا ہے۔ خواہ کوئی شریعت لانے کا دعویٰ تک نہ کرے پھر بھی ہیکل سے بڑا ہونیکی وجہ سے صاحب شریعت ہو سکتا ہے۔ ہیکل تو ایک خدا کی عبادت گاہ ہے۔ وہ اینٹوں اور پتھروں کا ایک مکان تھا۔ اس کو معماروں نے حضرت سلیمانؑ کے حکم سے تعمیر کیا تھا۔ ایک زمانہ اس پر ایسا بھی آیا ہے جبکہ ہیکل ویران کر دی گئی تھی۔ بابل کے بادشاہ بنوکدنضر نے خدا کے گھر کو نذر آتش کر دیا۔ اور پھر ۷۰ برس بابل میں قید رہنے کے بعد یہود نے فارس کے بادشاہ دارا کے وقت میں نئے سرے سے ہیکل کو تعمیر کیا تھا۔ اب اگر کوئی اس ہیکل سے بڑا ہونیکا مدعی ہو وہ کیونکر اور کس طرح صاحب شریعت نبی بن جاتا ہے۔ اور جو ایسا دعویٰ نہ کرے وہ صاحب شریعت قرار دیا نہیں جائیگا؟ مَیں پوچھتا ہوں۔ کیا رسول کریم صلعم نے کہیں ہیکل سے بڑے ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ شاید کل کو کوئی اسی دلیل کی وجہ سے رسول کریم صلعم کے صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار کر دے۔ یا پھر زرقانی صاحب کی دلیل کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ کے صاحب شریعت ہونے سے انکار کر بیٹھے کیونکہ آپکا بھی کوئی دعویٰ ہیکل سے بڑے ہونیکا نہیں ہے، اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ صاحب شریعت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہیکل سے بڑا ہونے کا دعوے کرے اور حضرت داؤدؑ اس وجہ سے صاحب شریعت نہیں ہیں کہ آپنے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کے جواب میں مَیں یہ کہونگا کہ حضرت داؤدؑ کے وقت میں ہیکل تعمیر ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا اس وقت وجود ہی نہ تھا آپ کس طرح اس سے بڑے ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔

لیکن اصل بات یہ ہے یہ دلیل زرقانی صاحب کے دماغ کی اختراع ہے۔ اس کو سچائی سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو بات بھی اُن کے دل میں آئی بیان کردی خواہ لوگوں میں اس کے متعلق ہنسی ہو۔ کیا کوئی بہائی ہے جو اس دلیل پر روشنی ڈالیگا؟ اور ثابت کریگا کہ صاحب شریعت ہونے کے لئے ہیکل سے بڑا ہونیکا دعوےٰ ضروری اور لابدی ہے ؎

زرقانی صاحب کی ایک اور دلیل

زرقانی صاحب نے زبور کے شریعت نہ ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ اس کے متعلق ولیحکم اھل الزبور نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے زبور شریعت کی کتاب نہیں ہو سکتی اور جس کے متعلق یہ الفاظ آجائیں وہ شریعت کی کتاب ہے۔ مجھے تو پتہ نہیں چلا کہ کس طرح ایسا فرمانے سے انجیل شریعت کی کتاب ہوگئی۔ شاید یہ ہو کہ انجیل کے متعلق حکم ہونیکا ذکر آیا ہے۔ اور چونکہ عیسائیوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور چونکہ اہل زبور کو زبور سے فیصلہ کرنیکا ارشاد نہیں اس لئے زبور شریعت کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ جطرح زرقانی صاحب کی پہلی باتوں کو دلیل سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح آپ کی اس بات کو بھی شریعت قرار دیئے جانے سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ خود تراشیدہ بات ہے۔ شاید کل کو کوئی حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی یہ کہدے کہ آپکے صحف کے متعلق چونکہ اس قسم کے الفاظ نہیں آئے اس لئے آپ بھی صاحب شریعت نبی نہیں ہیں۔ یا حضرت نوحؑ کے صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار ہو جائے۔ اور یا شاید کوئی خود تراشیدہ دلیل دینے لگ جائے کہ جس کے متعلق قرآن میں یہ آیا ہو کہ اس نے مردہ زندہ کئے۔ اندھوں کو آنکھیں دیں۔ بہروں کو کان عطا فرمائے وہ صاحب شریعت ہوتا ہے دوسرا نہیں۔ یا یہ دلیل دیدے کہ جو پرندے مٹی سے بنا نا جانتا ہو وہ صاحب شریعت نبی ہوتا ہے۔ یا غیر احمدیوں کی طرح وہ یہ کہنے لگ جائے کہ نبی وہ ہوتا ہے کہ جہاں پر وہ وفات پائے اسی جگہ دفن کیا جائے۔ یا نبی وہ ہوتا ہے جو کسی کا وارث نہ ہو اور کوئی اس کا وارث نہ ہو۔ اسی طرح زرقانی صاحب کی بھی یہ دلیل ہے۔

اہل زبور کو علیحدہ اس لئے مخاطب نہ کیا گیا کہ اس وقت یہود کے علاوہ اہل زبور خاص طور پر فرقہ موجود ہی نہ تھا اگر کوئی خاص فرقہ ہوتا اور وہ زبور پر چلنے کے مدعی ہوتے اور وہ عیسائیوں کی طرح آنحضرت صلعم کی سچائی کا انکار کرتے تو ضرور ہے اُن کے متعلق بھی ولیحکم اھل الزبور بما انزل اللہ فیہ وارد ہوتا۔ عیسائی شروع میں کوئی علیحدہ فرقہ نہ تھا۔ یہ تو پولوس کی مہربانی سے ظہور میں آیا ہے۔ یہ تو پولوس کی سعی سے توریت پر چلنے سے رو کے گئے تھے۔ اور وہ انجیل پر چلنے کے مدعی تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیحؑ کے صریح حکم کے خلاف پولوس کے زیر اثر آکر شریعت موسوی کو لعنت قرار دیا تھا۔ اور اس کو ایک ناقابل برداشت بوجھ خیال کرکے ترک کر دیا تھا۔ اور رسول کریم صلعم کے زمانہ میں آپؐ کی صداقت سے انکاری تھے اس لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے اہل انجیل تم کو چاہیئے میری صداقت اور حقانیت کے متعلق انجیل سے فیصلہ کرو۔ تمہاری موجودہ انجیل میں بھی میری سچائی کی بشارات موجود ہیں۔ میرے آنیکے متعلق صاف الفاظ میں پیشگوئیاں موجود ہیں اس لئے اے اہل انجیل تم اپنی کتاب سے اس بات کا فیصلہ کرو۔ اور چونکہ وہ انجیل کی اصل تعلیم کو بھول گئے تھے۔ ایک خدا کی بجائے تین خدا ماننے لگ گئے تھے۔ اور خدا کے بیٹا ہونیکا مشرکانہ عقیدہ گھڑ لیا تھا۔ اور توریت کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اس لئے فرمایا تم کو چاہیئے۔ کہ انجیل کی اصل تعلیم کے مطابق تم فیصلہ کرو۔ ایسا فرمانے کی یہ وجہ تو بالکل ہی نہ تھی کہ چونکہ انجیل شریعت کی کتاب ہے تم اس پر اپنے فیصلہ جات کا مدار رکھو۔ انجیل کے شریعت ہونے سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اِس کے متعلق تو اس آیت سے پہلی آیت میں قرآن کریم نے فیصلہ ہی فرمادیا ہے۔ کہ آپ بنی اسرائیل کے انبیاء کے نقش قدم پر گئے تھے۔ آپ توریت سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ آپ اُن کے طور و طریق پر چلتے تھے۔ نہ کہ کوئی نئی شریعت جاری کرنے آئے تھے ؛

ہاں لفظ حکم کے متعلق بحث ہو سکتی ہے۔ سو یہ لفظ بھی ایسا نہیں جو غیر صاحب شریعت انبیاءؑ پر نہ بولا گیا ہو۔ ہر ایک نبی اور مامور جو خدا کی طرف سے مبعوث کیا جاتا ہے وہ اُن لوگوں کے لئے حکم و عدل ہی ہوتا ہے جن کے لئے وہ آتا ہے۔ اگر وہ حکم نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ نبی اور مامور فیصلہ کرنیکی قوت و طاقت لے کر نہیں آتا۔ تو پھر کیا خالی وہ مُنہ دیکھنے کے لئے آتا ہے؟ کون نبی ہے جو خدا کی طرف سے آیا اور وہ حکم نہیں تھا؟ کون رسول ہے جو خدا نے بھیجا اور وہ لوگوں میں فیصلہ جات صادر نہ کیا کرتا تھا؟ کیا تم داؤدؑ کو حکم قرار نہ دوگے؟ کیا آپ کی کتاب حکم نہیں ہو سکتی؟ کیا تم حضرت سلیمانؑ کو حکم قرار نہ دوگے؟ خود خدا تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے وداؤد وسلیمٰن اذ یحکمٰن۔ کہ جس وقت داؤدؑ اور سلیمانؑ فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کیا اُن کی وحی میں فیصلہ کرنے کی قوّت نہ تھی؟ کیا لوگوں کو اُن کے فیصلے ماننے کی اجازت نہ تھی؟ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ باوجودیکہ غیر صاحب شریعت نبی تھے۔ مگر پھر بھی وہ حکم تھے۔ وہ فیصلہ کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں کی طرح اُن کے زمانہ کے لوگوں پر یہ فرض تھا کہ اُن کے فیصلوں کو قبول کریں اور مانیں۔ اور اُن کی وحی کے ذریعے جو احکام صادر ہوں وہ قبول کریں۔ پھر کونسی خصوصیت انجیل کی باقی رہ گئی جو کہ زبور اور حضرت سلیمانؑ کی امثال میں پائی نہ جاتی ہو۔ کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں ؛

واقعات اگر ہم واقعات کا بغور مطالعہ کریں تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ حضرت عیسیٰؑ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی طرح توریت کے خادم تھے۔ توریت پر چلتے تھے اور اسی پر کاربند ہونیکی تعلیم و تلقین فرمایا کرتے تھے جیسا کہ میں اپنے مضمون کے حصّہ اوّل میں ثابت کر آیا ہوں حضرت مسیحؑ نے کسی جگہ بھی نئی شریعت لانے اور توریت کی شریعت کو منسوخ کرنیکا دعویٰ نہیں کیا۔ کہیں بھی نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرمایا کہ تم کو اب توریت پر کاربند ہونیکی حاجت نہیں رہی۔ لیکن اسکے خلاف اگر ملتا ہے تو یہی ہے " یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا " متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۱۹۔ دوسری جگہ فرمایا ہے " فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں " متی باب ۲۳ آیت ۲ و ۳۔ کیا کوئی انصاف سے یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ توریت کو منسوخ ہونیکا اعلان کرتے تھے؟ کیا ان الفاظ کی موجودگی میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ توریت کے خلاف تعلیم دیا کرتے تھے؟ کیا توریت کے سب احکام پر چلنے کی تعلیم دینے والا توریت کا ناسخ کہلائیگا؟ یہ سب زرقانی صاحب کی ہٹ دھرمی ہے۔ اور پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل بہا انصاف کرتے ہیں۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ دوسری طرف دیکھئے۔ کہ سید علی محمد صاحب باب نے ایک شریعت بابیوں کے لیئے مدون کی۔ اس پر چلنے اور چلانے کی لوگوں کو تلقین کی۔ لیکن وہ کوئی قوم بھی ایسی پیدا نہ کر سکے جو کہ باب کی شریعت پر کسی زمانہ میں بھی پورے طور پر کاربند رہی ہو اور ابھی اس پر چلنے والے پیدا ہی نہ ہوئے تھے کہ مشیت ایزدی کے زبردست ہاتھ نے دنیا سے اسکی تعلیم حرف غلط کی طرح مٹا دی ۔ اور اب اہل بہا اس کی شریعت کا ذکر تک بھی اپنی کتابوں میں نہیں کرتے۔ اور محض یہ کہکر خاموش ہو جاتے ہیں کہ باب محض ایک بشارت دہندہ تھا۔ حالانکہ اس نے مستقل شریعت لانے کا دعویٰ بڑے زور سے کیا۔ آج اہل بہا اس کی شریعت کو ایسا چھپاتے ہیں گویا کہ وہ گھناؤنی شئے ہے۔

ہمیشہ کی زندگی توریت کے احکام کی پابندی سے ملتی ہے

اوپر کے دو حوالوں سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ آپ ہرگز ہرگز توریت کو منسوخ کرنے نہیں آئے۔ بلکہ اسی کی تعلیم دینے آئے تھے اب میں دو اور حوالے درج کرتا ہوں جن سے میرے بیان کی تائید اور بھی ہو جاتی ہے۔ لوقا باب ۱۰ آیت ۲۵ تا ۲۷ میں ہے:۔

" اور دیکھو ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہکر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ اس نے اس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے؟ یا تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل۔ اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا یہی کر تو جیئے گا "

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے متی باب ۱۹ آیات ۱۶ تا ۲۱ میں ہے۔ "اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے اُستاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے اس سے کہا تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو ایک ہی ہے۔ لیکن اگر زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اس نے اس سے کہا کونسے حکموں پر۔ یسوع نے کہا یہ کہ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ اور ماں کی عزت کر۔ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند عزت رکھ۔ اس جوان نے اس سے کہا کہ میں نے ان سب پر عمل کیا ہے اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے یسوع نے اس سے کہا اگر تُو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا اور آکر میرے پیچھے ہولے۔"

اِن ہر دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ آپ توریت کے احکامات ہی پسند فرمایا کرتے تھے۔ پہلے حوالے میں سائل سے خود ہی توریت کی تعلیم دریافت فرماتے ہیں اور جب اس نے حضرت موسیٰؑ کی کتاب استثنا باب ۶ آیت ۵ کا مضمون بیان کیا جو یہ تھا "تُو اپنے سارے دل اور سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ" توریت کے اس حکم کو سُنکر آپنے فرمایا یہ بالکل درست ہے جا اس پر عمل کر تجھے ابدی زندگی ملیگی۔ دوسرے سائل کو حضرت موسیٰؑ کی کتاب احبار باب ۱۸ آیت ۵ کے مضمون کی طرف توجہ دلائی۔ "تم میرے قانونوں اور میرے حکموں پر عمل کرو کہ جو کوئی اُن پر عمل کرے تو وہ اُن سے جیئے گا" اور پھر کتاب خروج باب ۲۰۔ آیت ۱۲ کی طرف توجہ دلائی۔ "تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تا کہ تیری عمر اس زمین پر..... دراز ہو۔ تُو خون مت کر۔ تُو زنا مت کر۔ تُو چوری مت کر۔ تُو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے" اِن باتوں کو سُنکر سائل کہتا ہے کہ میں ان حکموں پر پہلے سے ہی کاربند ہوں۔ مجھ میں کونسی کمی ہے۔ تب آپنے کامل ہونے کی خاطر یہ فرمایا کہ سب بیچ دے۔ اور میرے پیچھے ہولے۔

اِن سب باتوں سے ظاہر ہے کہ آپ توریت ہی کی تعلیم دیتے تھے۔ اور نئی شریعت کوئی نہ لائے تھے۔ خواہ مخواہ آپ کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنا جس کا آپنے تمام عمر میں کبھی اقرار نہیں کیا۔ مدعی سُست اور گواہ چست والی مثال کی یاد کو تازہ کرنا ہے۔ اور جو مستقل شریعت لانیکا مدعی ہو۔ اس کی شریعت کو ظاہر بھی نہ کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ جیسا کہ سید علی محمد صاحب باب کے متعلق اہل بہا کا طرزِ عمل ہے۔ کیا اسی انصاف کو ظاہر کرنے کے واسطے جناب مرزا حسین علی صاحب بہا ظاہر ہوئے تھے؟ (ڈاکٹر محمد صدیق صاحب)

حربۂ تکفیر } یہ رسالہ کتاب گھر قادیان نے حال ہی شائع کیا ہے جس میں دکھایا ہے کہ ہر فرقے کے مولویوں نے دوسرے فرقے کو اور بالخصوص اولیاء و صلحاء کو کافر قرار دیا ہے۔ یہ احمدیت کا فیضان ہے کہ اس نے سب فرقوں کو مسلمان را مسلماں باز کردند کا مژدہ سُنایا۔

قیمت ۲؍ طباعت دیدہ زیب

بعض اہم تحریکات

۱۔ تحریک تخفیف اسلحہ جات:۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ آجکل کساد بازاری کا دَور دورہ ہے۔ اس واسطے قوموں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے اسلحہ جات میں ایک بھاری کمی واقع کر دیں۔ کیونکہ اس سے اُن کے اخراجات میں بہت سی کمی واقع ہو جائیگی۔ اور وزیر اعظم برطانیہ مسٹر میکڈانلڈ کا حال ہی میں روما کا سفر اِسی معاملہ کے تصفیہ کی ایک کڑی تھی۔ (اور اب امریکہ بھی گئے ہیں)۔ اور ویسے بھی جنگِ عظیم کے بعد لوزان اور ورسائی وغیرہ کی کانفرنسوں میں اقوام عالم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے اسلحہ جات کو ایک خاص حدِ فاصل کے ماتحت رکھینگے۔

چنانچہ معاہدہ ورسائی کی رُو سے اس بارہ میں جرمنی پر بعض خاص پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ اُسوقت سے جرمنی میں شورشیں بپا ہو رہی ہیں اور نازی پارٹی اِس عہد نامہ کے خلاف پُرجوش صدائے احتجاج بلند کر رہی ہے۔ اب جبکہ نازی پارٹی ہر ہٹلر جیسے روشن دماغ انسان کی قیادت میں برسرِ اقتدار آ گئی ہے یہ شورشیں اور بھی فروغ پا چکی ہیں۔ اور دُوَل یورپ کو خطرہ ہے کہ ہر ہٹلر کا یا اقتدار سلگتی آگ پر تیل کے مترادف ہوگا۔

جنگِ عظیم میں فرانس جرمنی کا سخت حریف رہا ہے لہٰذا اُس کو منظور نہیں کہ جرمنی ترقی کی طرف کوئی اپنا قدم اُٹھائے۔ چنانچہ وہ علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ اگر مجالس تخفیف اسلحہ جات نے جرمنی کا کوئی بھی مطالبہ منظور کیا تو وہ صاف مخالفت کا اعلان کر دیگا۔ معلوم نہیں امریکہ وغیرہ کی اِس بارہ میں آئندہ روش کیا ہوگی لیکن کہا جاتا ہے کہ انگلستان اس معاملہ میں قطعی خاموش رہیگا اور لیگ آف نیشنز کی آواز پر آمنّا وصدقنا کہنے کے علاوہ کوئی قدم نہیں اُٹھائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب +

۲۔ بائیکاٹ کی تحریکیں:۔

(۱) ایک بائیکاٹ تو کانگرس نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں انگلستان کی ساختہ اشیاء کا ہندوستان میں کر رکھا ہے۔ اگر تو اِس کا منشاء اپنی صنعت و تجارت کو فروغ دینا ہے تب تو بیشک یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک مبارک سمجھی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد انگریز کی طرف سے ہندوستانیوں کے دل میں بُغض و عناد کا بیج بونا ہے تو یہ تحریک کسی صورت میں بھی مستحسن نہیں سمجھی جا سکتی +

بائیکاٹ کا مسئلہ بذاتِ خود ایک وسیع مضمون ہے جس پر ہم کسی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے +

(ب) دوسرا بائیکاٹ وہ ہے جو جرمنی میں نازیوں نے یہودیوں کا فی زمانہ کر رکھا ہے۔ اس بائیکاٹ کی بنا کسی قدر اختلافِ مذہب پر رکھی ہے۔ یہودی حد سے زیادہ سود وصول کرنے کے لئے ساری دنیا میں بدنام ہو چکے ہیں۔ چنانچہ یہی بات جرمنی میں اُن کے بائیکاٹ میں کسی حد تک کارفرما ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے ساری تجارت اُنہی کے ہاتھ میں آ رہی تھی +

نازی گورنمنٹ نے حکم دیا ہے کہ تمام یہودیوں کا علی الاعلان مقاطعہ کیا جائے۔ چنانچہ اُن کو فرموں اور کمپنیوں کے دفاتر سے نکال دیا گیا ہے اور اُن کی سربازار بے حرمتی کی جاری ہے۔

(ج) تیسرا بائیکاٹ وہ ہے جو انگلستان کی طرف سے رُوس کا تجارتی طور پر کیا گیا ہے چند انگریز انجینیر جو روس میں ملازم تھے جن کو وہاں کی گورنمنٹ نے حکومت کے خلاف سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا (اب سزا بھی دیدی ہے) اس پر تمام انگریز غضبناک ہو گئے اور مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں ایک بل پاس کروا لیا جسکی رُو سے روس کا اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا +

(د) پھر وہ بائیکاٹ ہیں جو امپیریل پریفرنس یا "شاہی ترجیح" کی صورت میں رونما ہوئے ہیں مثلاً ہندوستان چاہتا ہے کہ جاپان کے سستے مال کو ہندوستان میں آنے سے روکنے کیلئے اُسکے درمیان ٹیکسوں کی ایک وسیع دیوار کھڑی کر دی جائے۔ یا امریکہ نے انگلستان کے مال پر ترجیحی ٹیرف لگائے ہوئے ہیں یعنی وہ دوسرے ملکوں کے مال کو انگلستان کے مال پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ انگلستان اپنے جنگی قرضہ کو مال کی صورت میں ادا نہ کر سکا بلکہ اُس کو سونا بھیجنا پڑا۔ چنانچہ سونا وہاں کم ہو گیا اور انگلستان کو معیار طلا ترک کر دینا پڑا +

۳۔ تحریک ادائیگی قرضہ جات

(۱) جنگِ عظیم کے بعد شکست خوردہ قوموں کو ایک کثیر رقم بطور تاوان کے فاتح اقوام کے نذر کرنی پڑی ہے۔ اس رقم کے ساتھ کروڑوں روپے ہر سال بطور سود کے جمع ہو جاتے ہیں جرمنی پر یہ بوجھ اس قدر ہو چکا ہے کہ وہ تاحال اس کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اِس کا اثر جرمنی کی صنعت و

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تجارت پر بُری طرح پڑا۔ چنانچہ بوجہ سرمایہ کی کمی کے اُس کے ہزاروں کارخانے بیکار پڑے ہیں اور وہاں بیکاروں کی تعداد روز افزوں ہے۔

(ب) جنگِ عظیم کے دَوران میں انگلستان نے امریکہ سے اشیائے خوردنی وغیرہ بطور قرضہ کے لی تھیں۔ یہ قرضہ بھی کروڑوں کی تعداد تک پہنچ چکا ہے۔ تحریکیں ہو رہی ہیں کہ یہ جنگی قرضے بالکل معاف کر دیئے جائیں لیکن امریکہ یہ کسی صورت میں بھی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ ایک قسط تو اِس قرضہ کی پچھلے سال ۱۵ دسمبر کو واجب تھی جو انگلستان نے طوعاً و کرہاً ادا کر دی اب ایک دوسری قسط جون میں قابلِ ادائیگی ہے دیکھیے اُس وقت تک کیا ہوتا ہے ؛

(ج) ہندوستان میں سرمایہ کی کمی ہے لہٰذا ریلیں اور نہریں وغیرہ بنانے کے لئے اُس کو انگلستان سے ایک کثیر رقم بطور قرضہ کے لینی پڑتی ہے۔ جس کے سود کی سالانہ رقم ہزاروں لاکھوں روپے کی تعداد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کو ہندوستان کے متعلقہ دفاتر کا جو انگلستان میں ہے سالانہ خرچ اور گورنمنٹ کے افسرانِ اعلیٰ جو پنشن یافتہ ہو جاتے ہیں اُنکی یا ہائی کمشنر فار انڈیا کی تنخواہ وغیرہ ہر سال انگلستان بھیجنی پڑتی ہے۔ یہ سارا قرضہ پبلک ڈیبٹ (یا مُلکی قرضہ) کہلاتا ہے کانگریسی کہتے ہیں کہ ہندوستان اس بات کا پابند نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر سال ایک خطیر رقم اس طرح سے انگلستان کے پروان چڑھائے۔ لیکن یہ قرضہ کے دراصل پروڈیکشن ہے یعنی ایسا ہے جس کا ہندوستان کو منافع ہوتا ہے اور جسکے بغیر ہماری ضروریات کی تکمیل نہیں ہو سکتی ؛

عبدالرحیم شبلی

دُنیا موعود الامم کیلئے سیماب وار بیقرار ہے

حالات کا تقاضا ہے کہ وہ موعود الامم ظہور فرما ہو۔ جس کا وعدہ نبیوں کی زبان سے دیا جاتا رہا ہے سورہ جمعہ میں صاف طور سے بتا دیا گیا ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم نے جیسے امیین کا تزکیہ نفوس کیا۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دی ایسے ہی آخرین کے لئے بھی یہ نعمت مقدر ہے چنانچہ مسلمانوں میں کئی ہیں جو بے اختیار اپنے مدنی آقا علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی جلوہ فرمائی کے منتظر ہیں۔ جناب سیماب اکبر آبادی نے اپنے بھائیوں کی ترجمانی کا حق خوب ادا کیا ہے۔ اسے پڑھیئے اور باور کیجیئے کہ احمدیوں کا ناقابلِ عفو جرم بس یہی ہے کہ اس نور کو ایک وجود میں قرون ذان دیکھ کر پہچان لیا۔ اور بے اختیار پکار اُٹھے کہ غریبوں اور محتاجوں کا مولا۔ امیروں اور فقیروں کا کنھیا یہی ہے۔ افسوس ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ (الآیۃ) کے مصداق بن کر ہم پر طعنہ زن ہوئے۔

حضور اب تو بہت ہے حال برہم ۱ بہت تشویش میں ہیں ابن آدم
دلوں پر ہے مسلسل یورشِ غم گذارش کر رہے ہیں آپ سے ہم
ز مہجوری بر آمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ دنیا کی ہے اب راحت نہ دینی ۲ ہوئی ہے بے اثر ہر دور بینی
ہر اک آسودگی گردش نے چھینی توجہ کی ضرورت ہے یقینی
نہ آخر رحمۃً للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

ہیں آنکھیں آنسوؤں سے آج لبریز ۳ لبوں پر اک فغاں ہے درد آمیز
جگر میں دل میں دردِ ہجر ہے تیز ہماری حالتیں ہیں عبرت انگیز
ز خاک اے لالۂ سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

پھر آخر تا کجا یہ سرگرانی ۴ مٹی جاتی ہے ملت کی نشانی
بہت بھجوائے پیغامِ زبانی خود آکر دیکھئے اب خستہ جانی
برون آور سراز بردِ یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی

مریضِ جہل و پستی ہیں مسلماں ۵ دمِ آخر ہے اور ہے سخت ہیجاں
نہیں باقی کوئی دنیا میں درماں یہ مشکل کیجئے للہ آساں
شبِ اندوہ مارا روز گرداں
ز رویت روزِ ما فیروز گرداں

خدارا آپ ہوں پھر جلوہ فرما ۶ کہ آقا منتظر ہے ساری دنیا
حجاب اب ہو چکا چھپنا ہے کیسا چلے بھی آیئے سرکارِ والا
بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ
بسر بر بند کافوری عمامہ

گھٹاؤں نے مصیبت کے ہے گھیرا ۷ عجب یہ دور ہے برگشتگی کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیہ کاروں پہ اپنے رحم فرما پریشانی بڑھی جاتی ہے مولا

فرد آویز از سر گیسوؤاں را
فگن سایہ بپا سرو رواں را

۸ ہماری عظمتوں میں لگ گیا گھن ہُوا ملّت کا بوسیدہ تمدّن
ابھی ممکن ہے قسمت کا توازن خرامِ مختصر اے باعثِ کُن

ادیم طائفی نعلین پا کن
شراک از رشتۂ جانہائے ما کن

۹ جہاں پر ہے وفا کا قحط ہر چند مگر اب بھی وفا کے کچھ ہیں پابند
زمانہ آپ کا ہے آرزو مند ہے سب کو انتظارِ حسرت آگند

جہانے دیدہ کردہ فرش راہ آند
چو فرش اقبال پابوس تو خواہند

۱۰ غریبوں اور محتاجوں کے مولا یتیموں اور بیواؤں کے آقا
غلاموں کے دھنی دُکھیوں کے داتا اسیروں اور فقیروں کے کنھیّا ﷺ

بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بیا دلداریٔ دلدادگاں را

۱۱ اگرچہ بد نصیب و روسیاہیم اگرچہ بے قرار و بے پناہیم
اگرچہ محو صد فریاد و آہیم اگرچہ ما ز دست خود تباہیم

اگرچہ غرق دریائے گناہیم
فتادہ خشک لب بر خاک آہیم

۱۲ کوئی کب تک مصیبت سے نباہے کوئی کب تک اذیت سے کراہے
یہ خواہش ہے دلِ اقدس جو چاہے ردا بر دوش اے اُمّت پناہے

تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کُنی بر حال لب خشکاں نگاہے

۱۳ جہاں میں ہم ہیں بالکل بے سہارے نہیں اب کچھ بھی قابو میں ہمارے
پہنچنے کو ہیں پستی کے کنارے کہے دیتے ہیں ہم اے سب کے پیارے

اگر نہ بود چو لطف و دستِ یارے
ز دستِ ما نیاید ہیچ کارے

مرسلہ ایچ - آر - خان کابلی (آف قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاریخ ہند میں اصلاح کی ضرورت

ذیل میں چند مثالیں درج کرتا ہوں۔ جن سے صاف یہ ترشح ہوتا ہے۔ کہ ہندو مسلم منافرت کے جذبات کس حد تک ٹیکسٹ بکوں اور موجودہ طریق تعلیم کا نتیجہ ہیں:۔

۱۔ تاریخ کی مروجہ ٹیکسٹ بکوں میں یہ ذکر تو ملتا ہے۔ کہ اورنگ زیب کے حکم سے جگہ جگہ مندر مسمار کیے گئے ہیں اور ان کی جگہ مسجدیں طیار کی گئیں۔ یہ ذکر کہیں نہیں۔ کہ اجودھیا میں ناگیشور مہاراج کے مندر کے نام جو جاگیر ہے اسکے متعلق فرمان پر خود اورنگ زیب کے دستخط ثبت ہیں۔ اور یہ مندر ایک مسجد کے پیٹھ جوڑ ہے۔

۲۔ ٹیپو کے تعصب کا ذکر تو کتنی ہی کتابوں میں ہے۔ لیکن تمام کتابیں اس بات پر خاموش ہیں۔ کہ دکن میں کتنے ہی ہندو مندروں کے نام بڑی بڑی بیش قدر جاگیریں بھی ٹیپو سلطان کی فیاضی اور رواداری کا نتیجہ ہیں

۳۔ یہ خیال عام ہے۔ کہ اکثر مسلمان بادشاہوں کو مذہبی جنون تھا۔ جس کے زیر اثر وہ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا کرتے تھے۔ لیکن اس بات کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔ کہ اگر یہ الزام درست ہے۔ تو دہلی اور آگرہ کے ملحقہ اضلاع میں جو مسلمان بادشاہوں کے اس جنون کے سب سے زیادہ شکار ہونے چاہئیں تھے اس کثرت کے ساتھ ہندو آبادی کس طرح باقی رہ گئی۔ یاد رہے کہ ضلع رہتک میں ہندوؤں کی آبادی پچاسی فیصدی ہے۔ اور مسلمان صرف پندرہ فیصدی ہیں۔

۴۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ سب سے زیادہ تعداد میں وہ ہندو قومیں مسلمان ہوئیں یا بنائی گئیں۔ جو جنگجو ہیں۔ اس جنون کی زد سے بنئے کیسے بچ گئے۔ یہ تو سب سے نرم کھاجے تھے۔

۵۔ اورنگ زیب کے برخلاف یہ الزام ہے۔ کہ وہ بڑا متعصب بادشاہ تھا۔ اور اپنے تعصب کی وجہ سے ہندو راجاؤں اور ہندو رعایا کے ساتھ بڑے ظلم اور استبداد سے کام لیا۔ یہ کسی ٹیکسٹ بک میں درج نہیں کہ جو تشدد ہوا۔ اس کی وجوہات پولیٹکل بھی ہو سکتی ہیں۔ نہ اس بات کا کہیں ذکر ہے۔ کہ اورنگ زیب کا استبداد ہندوؤں تک محدود نہ تھا۔ دکن کی پانچ مسلمان بادشاہتوں کے برخلاف اس کا استبداد کچھ کم نہ تھا۔ اور وہ انہی بادشاہتوں کو مسخر کرنے کی کوشش کرتے کرتے دکن ہی میں اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

۶۔ اورنگ زیب کو نہایت سختی پسند اور متشدد مزاج بادشاہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس امر کا ذکر بہت ہی کم کتابوں میں ہے۔ کہ اس نے اپنے ذاتی اخراجات کے لئے شاہی خزانہ سے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا۔ بلکہ ٹوپیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی سلائی اور قرآن شریف کی لکھائی کی اُجرت سے اپنے ذاتی اخراجات چلایا کرتا تھا۔ نیز اس کا یہ حکم تھا کہ اسکی تمام قلمرو میں کسی آدمی کو موت کی سزا اسکی ذاتی منظوری کے بغیر نہ دی جائے۔ یہ دو تو باتیں ظالمانہ یا ستم شعار مزاج کے منافی ہیں

۷۔ ہمایوں بادشاہ بنگال میں شیر شاہ سے نبرد آزما تھا۔ لیکن جب چتوڑ سے کرناوتی کی راکھی پہنچی۔ تو بہادر شاہ والئے مالوہ کے ظلم و تعدی سے چتوڑ کو بچانے کے لئے اپنی حکومت۔ اپنی فوج اور اپنی جان کو معرض خطر میں ڈال کر ایک دم بنگال سے چل کھڑا ہوا۔

۸۔ امر سنگھ راٹھوڑ نے سر دربار بخشی صلابت خان کو قتل کر دیا۔ شاہ جہاں کے اشارہ پر امر سنگھ کے سالے ارجن گوڑ نے دھوکے سے دروازہ کی کھڑکی میں سے گذرتے وقت امر سنگھ کا سر قلم کر دیا۔ امر سنگھ راٹھوڑ کا نابالغ بھتیجا رام سنگھ خلاف توقع ایک بڑی جمعیت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوگیا اور بہت کشت و خون کرنے کے بعد بادشاہ کی اجازت کے بغیر امر سنگھ کی لاش کو قلعہ سے اُٹھا لے گیا۔ جب بادشاہ نے اس گستاخی کی سزا دینے کے لئے رام سنگھ کے کیمپ پر حملہ کرنے اور اسکو گرفتار کر کے دربار میں حاضر کرنے کیلئے فوج بھیجی۔ تو صرف اس وجہ سے کہ ایک نابالغ کے برخلاف بادشاہ کا یہ فعل ناواجب سختی پر دلالت کرتا ہے۔ نبی رسول خان اور شہباز خان نے جو شاہ جہاں کے دربار کے امرا تھے۔ اور کیتھل کے پٹھان تھے۔ رام سنگھ کی مدد کی اور خود اپنے بادشاہ کے خلاف لڑے۔ ان واقعات کا کسی ٹیکسٹ بک میں ذکر نہیں۔

۹۔ گورو گوبند سنگھ جی کے ساتھ ماچھیواڑہ کے پٹھانوں نے کسقدر سلوک کیا۔ اس کا بھی کوئی ذکر ان کتابوں میں درج نہیں۔ جو ہمارے سکولوں یا کالجوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

اگر نئے سرے سے تاریخ کی ٹیکسٹ بک طیار کی جاویں۔ جن میں نیک اثر پیدا کرنے والے واقعات کا بھی ذکر ہو۔ تو بہت سی تلخی جو موجودہ کتابیں پیدا کرتی ہیں۔ دُور ہو سکتی ہے۔ اور باہمی محبت اور ہمدردی کے چشمے جاری ہو سکتے ہیں + (دور جدید نوشتہ لالہ چھوٹو رام صاحب)

نوحؑ کا عالمگیر طوفان

بعض طوفان نوح کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے ایک افسانہ سمجھتے ہیں۔ بعض طوفان کے عموم کا اعتقاد نہیں رکھتے حالانکہ بغیر استثنا تقریباً تمام مذہبی کتابوں اور عام تاریخوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(۱) کلدانیوں سے بھی اس طوفان کی تصدیق ہوتی ہے۔ بادشاہ ذی زوترس کلدانی حاکم کو "خرونس" دیوتا وزحل نے مطلع کیا کہ میں انسان کے گناہ سے غصہ میں آیا ہوں۔ میں ان پر عذاب کرونگا اور عنقریب ہولناک طوفان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آئیگا۔ اے بادشاہ تو اور تیرا خاندان محفوظ رہیگا۔ ایک کشتی بنا اور ضروری اشیاء اور اہل و عیال اور بعض نیک افراد کو کشتی پر سوار کر۔ بادشاہ نے تعمیل کی اور پانی نمودار ہوتے ہی مع اپنی جمعیت کے کشتی پر سوار ہوگیا۔

(۲) اسی طرح ہیرو سامری قوم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سامری مورخین نے پتھروں کی سِلوں پر جو حالات قلمبند کیئے ہیں اُن میں بھی طوفان نوحؑ کا اکثر ذکر آیا ہے اور لکھا ہے کہ ہوتے دیوتا نے "انا تقسیم" کو خبر دی تھی جو کشتی بنا کر مع اہل و عیال اور ضروری سامان کے سوار ہوگیا۔

(۳) یہودی توریت پیدائش ۶/۱۴ تا ۱۷ میں اس طوفان کا ذکر ہے۔

(۴) ہنود کی کتابیں بھی بڑے شد و مد سے اس کا تذکرہ کرتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نوع انسان کی تخلیق کے بعد جو طوفان آئے انمیں ایک بڑا طوفان شہر میں آیا۔ اور "وشنو" دیوتا نے اسکی خبر اپنے پجاری کو دی تھی وشنو نے ظاہر کیا تھا کہ سات دن میں ایک طوفان آئیگا اور تمام مخلوق کو فنا کر دیگا اور پجاری کو کشتی بنانے اور مع سات رشیوں اور اہل و عیال کے اسپر سوار ہو جانے کیلئے مامور کیا اپنے ہمراہ ہر طرح کے حیوانات کو لیلینے کا بھی حکم دیا۔ پجاری نے ایسا ہی کیا اور وشنو کی سب پیشگوئی پوری ہوئی (ارین لنہو یوجی)

(۵) وہ خزانے جو آجکل برطانوی عجائب خانوں میں محفوظ ہیں اور بابل دینوہ کی کھدائی سے ہاتھ آئے ہیں وہ طوفان نوحؑ کے زبردست مصدق ہیں۔ بعض جگہوں کی کھدائی میں مقبروں کے نیچے سے شکستہ مکانات ملے ہیں جو مٹی سے دبے ہوئے ہیں اس مٹی کی تہ تقریباً آٹھ فٹ موٹی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مٹی ایک دفعہ گر پڑی ہے اور اسکی وجہ ایک بڑے طوفان کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ طبقات الارض کے ماہرین مقررہ علامات سے ان تغیرات کو پہچان لیتے ہیں انکا بیان ہے کہ چار طوفان اور بھی آئے تھے جنکی شاہد سلسلہ کوہ کی چار بڑی شکلیں ہیں۔ آب ہوا کو دھو دیتا تھا اسلئے اسکی بعد مخلوق نسبتہً کامل پیدا ہوتی تھی مکمل انسان کے ظہور تک ۲۸ طوفان آئے تھے۔

ایجادات اسلامیہ

الجبرا کی بابت عیسائی مورخ جرجی زیدان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ عیسائی مورخ ڈاکٹر ڈریپر کا قول ہے۔ کہ گھڑی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ۸۰۷ء میں عیسائی بادشاہ زیلین کے دربار میں ایک گھڑی بھیجی تھی تو درباریوں نے حیرت سے اسے جادو خیال کیا تھا۔

عیسائی مورخ ڈاکٹر لیبان موسیو سدیو کہتا ہے کہ قطب نما جس کے بغیر سمندر کا راستہ طے ہونا ناممکن ہے، مسلمانوں کی ایجاد ہے مشہور فرانسیسی مورخ موسیو سید لکھتا ہے کہ یوسف بن عمر نے ۷۰۶ء میں روئی کا کاغذ ایجاد کیا۔ نولیدکی مشہور یورپین لکھتا ہے کہ رقوم ہندسہ عربوں نے اہل یورپ کو سکھایا ہے۔

عیسائی مورخ طامس بکل کہتا ہے کہ اہل عرب نے علم رمل۔ نجوم کو ترقی دیکر سائنس کے درجہ پر پہنچا دیا ہے۔

ڈاکٹر ڈریپر کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیزاب عربوں کی ایجاد ہے۔ عیسائی مورخ جرجی زیدان کا مقولہ ہے کہ بارود مسلمانوں نے ایجاد کر کے یورپ کو سکھائی۔ اور خوبی یہ ہے کہ بارود کے اجزا آج بھی وہی ہیں جو مسلمانوں نے ترتیب دیئے تھے۔ ساری دنیا کو تسلیم ہے کہ علم طب جس سے امراض بدن کا علاج ہوتا ہے وہ اپنی موجودہ شکل میں مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ مشہور مورخ مارگولیتھ لکھتا ہے کہ صرف مسلمانوں کی بدولت یورپ میں فلسفہ یونان پھر زندہ ہوا۔ پروفیسر رینالڈ نکلسن کہتا ہے کہ مسلمانوں نے مختلف شعبہ جات علوم میں قیمتی اضافے کیئے۔ کہ انکا سب سے بڑا احسان یہ ہے۔ کہ انہوں نے بڑی فیاضی سے اپنے علوم اور فنون سکھائے۔ بندوق دنیا نے سب سے پہلے بابر کے ہاتھ میں دیکھی جو اس کی ایجاد ہے یا کسی ترک کی +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبلیغی ٹریکٹ

- چند کارآمد حوالے نمبر ۱ و ۲ — ۱ر
- بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض — ۰ر
- اسلام کی اندرونی تصویر — ۰ر
- آریہ سماج اور گاندھی جی — ۰ر
- رسالہ تائید اسلام کے اعتراضات کا جواب — ۱ر
- کفّارہ — ۱ر
- بُطلان مسئلہ قدامت رُوح و مادّہ — ۱ر
- اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین سرو شکتیمان } نہایت مدلل — ۴ر
- افادات الفریدی۔ خلیفاء حضرت باوا فرید کی کتابوں سے تصدیق سلسلہ احمدیہ — ۱ر
- شیعہ سوراج اور اس کے واقعات — ۱ر
- اسلامی عبادات کی حکمت۔ نماز روزہ حج کی حکمتیں۔ ۱ر
- احمدی غیر احمدی میں فرق۔ نوشتہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی — ۰ر
- آسمانی گولہ۔ حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراضات کا جواب — ۱ر
- ابطال الباطل (رد شیعہ) — ۲

تبلیغی رسالے

- براہین العقائد۔ سات اصول اسلام پر دلائل قرآنی — ۸ر
- معارف القرآن۔ گیارہ پاروں کا درس — ۸ر
- تصوّف۔ وہ مضمون جو علامہ حافظ روشن علی صاحب نے ریلیجس کانفرنس میں پڑھا۔ — ۶ر
- مقصد مذہب۔ مذہبی کانفرنس لاہور میں پڑھا گیا — ۳ر
- الاستخلاف۔ ردّ شیعہ از آیات قرآنی — ۴ر
- مجمع البحرین۔ حقیقی اسلام پر ریلیجس کانفرنس میں مضمون۔ — ۳ر
- کمالات احمدیہ۔ نوشتہ مولانا شمس صاحب۔ بجواب مولوی ثناء اللہ امرتسری — ۶ر
- التشریح الصحیح۔ حدیث نزول مسیح کی پوری تشریح — ۶ر

نقشہ اُجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اس کو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہارات دینے کے لئے بہترین موقع ہے۔
ضمیمہ ۲ صفحے ۱۲ر سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اُجرت حسب ذیل ہے۔

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۲ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۲ روپے
تین ماہ	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ½ ۴ روپے ؛ نصف صفحہ ½ ۲ روپے ؛ فی سطر ۴ر

مینجر ریویو آف ریلیجنز - قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس کے برمن لیمیٹڈ)

پچاس برس سے مشہور و معروف دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

استار ٹریڈ مارک **قبل از وقت ہوشیار**

منعقدہ استار SKB ٹریڈ مارک رجسٹرڈ

پودین ہرا REGD.

(عرق پودینہ)

یہ سبز پتیوں سے بنا ہے۔ بدہضمی۔ درد شکم۔ اور امراض ریاحی اس سے جلد رفع ہوتے ہیں بچوں کی بدہضمی اور دودھ کی قے دور کرنے میں اس سے بڑھ کر کوئی دوسری دوا نہیں ہے بازاری دوسرے عرق پودینہ سے یہ کہیں زیادہ مفید ہے۔

قیمت بڑی شیشی چودہ آنہ ۱۴ر

ڈاک محصول سات آنہ ۷ر

قیمت چھوٹی شیشی دس آنہ ۱۰ر

ڈاک محصول سات آنہ ۷ر

قیمت شیشی نمونہ تین آنہ ۳ر

نمونہ صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے۔

کافو REGD.

(اصل عرق کافور) سنہ ۸۴ ۱۹ء

(ہیضہ۔ گرمی کے دست پیٹ کے درد اور بدہضمی وغیرہ روکنے واچھا کرنے کے لئے یکتا ہندوستانی دوا)

ہیضہ کے ناگہانی حملہ سے بچنے کے لئے ہر ایک عیالدار اور سفر کرنیوالوں کو وقت پڑنے سے پیشتر "کافو" کی ایک شیشی اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ پچاس برس سے ہیضہ کے لئے صرف یہی ایک دوا مفید ثابت ہو کر مشہور ہوئی ہے جہاں کہیں ہیضہ پھیلا ہو وہاں روزانہ اسکے ایک دو قطرہ استعمال کرنے سے ہیضہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں رہتا ہیضہ ہوتے ہی اسکے استعمال سے لاکھوں جانیں بچ چکی ہیں نقلی عرق کافور سے ہوشیار۔

قیمت فی شیشی چھ آنہ ۶ر ڈاک محصول تین شیشیوں تک سات آنہ ۷ر

نوٹ:۔ دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں۔ اپنے مقامی ایجنٹ سے خریدتے وقت استار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں ۞

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ:۔ قادیان گورداسپور میں شیخ محمدؐ وارث رحمت علی سوداگر

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا۔